علمی، فکری اور نظریاتی جد وجہد کا امین

نقیبِ طلبہ

اسلام آباد

News Letter

MSO

جلد نمبر 16 | مارچ، اپریل 2024 | شمارہ نمبر 8

فہرست مضامین

	عنوان	مضمون نگار	صفحہ
1	درس قرآن وحدیث	ادارہ	1
2	یوم پاکستان اور تجدید عہد	ادارہ	3
3	امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	عبدالروٗف چوہدری	4
4	شاہ دیں کے دیں کی حرمت		6
5	23 مارچ... ایک عظیم دن	مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی	8
6	نقیب کا مہمان	عبدالروٗف چوہدری	12
7	حضرت امی عائشہؓ کے اخلاق وعادات	بنت عبدالرحمن	14
8	دختر رسول حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	فاطمہ شہزادی	16
9	عکسِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خاتون جنت رضی اللہ عنہا	محمد الیاس علوی	18
10	اپنے بچوں کی فکر کیجیے۔۔۔!	راجہ وسیم صدیقی	20
11	امت مسلمہ کی مظلوم بیٹی	عدیل معاویہ	24
12	ایم ایس او، امید کی ایک کرن	مفتی شکیل احمد (پی ایچ ڈی)	26
13	بزم نقیب طلبہ		28
14	اسلام کا نظریہ تعلیم	وسیم الحسن	29
15	اور کارواں بنتا گیا	ادارہ	30

ایڈیٹر

عبدالروٗف چوہدری

مجلسِ مشاورت

مولانا جہان یعقوب (ایڈیٹر اخبار المدارس کراچی)

مولانا عبدالقدوس محمدی (مذہبی سکالر)

سمیع ابراہیم سینیئر اینکر پرسن و پریزیڈنٹ بول نیوز

رانا طاہر محمود سینیئر تجزیہ نگار، سابق ایڈیٹر اے آر وائی

عبداللہ حمید گل

متین خالد (مصنف و مؤلف)

عبدالستار اعوان (صحافی و کالم نویس)

عظمت علی رحمانی (کالم نگار و صحافی)

محمود الحسن

فیصل جاوید خان (صحافی)

مولانا عبدالرازق

عبدالباسط غفران

مجلسِ ادارت

شہزاد احمد عباسی

دانش مراد

مولانا محمد احمد معاویہ

مفتی تنویر احمد اعوان

قانونی مشیر

ملک مظہر جاوید ایڈووکیٹ (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

نیاز اللہ خان نیازی (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

سرکولیشن مینیجر عمر فاروق

قیمت فی شمارہ 60/- روپے صرف

naqeebetalaba.isb@gmail.com

+92 311 4233952

@Naqeeb_tulaba

Disigned by: Shakir Online Designing Shop

مینارہ نور

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے سراپا ہدایت، اور ایسی روشن نشانیوں کا حامل ہے جو صحیح راستہ دکھاتی اور حق و باطل کے درمیان دوٹوک فیصلہ کر دیتی ہیں لہذا تم میں سے جو شخص بھی یہ مہینہ پائے، وہ اس میں ضرور روزے رکھے۔

(البقرہ-185)

جوامع الکلم

جس آدمی نے ایمان کے ساتھ اور طلب ثواب کی خاطر روزہ رکھا تو اس کے تمام وہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں جو اس نے اس سے پہلے کیے تھے، اور جو شخص رمضان میں کھڑا ہوا ایمان کے ساتھ اور طلب ثواب کی خاطر تو اس کے وہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں جو اس نے اس سے پہلے کیے تھے۔

(مشکوۃ)

حمد باری تعالی

جو جسم و جاں کے ساتھ ہے، شہہ رگ کے پاس ہے
سوچو تو اس کی ذات بعید از قیاس ہے

دل کی نظر سے خالق دل پر نظر کریں
اہلِ نظر سے میری یہی التماس ہے

ہر چیز سے عیاں ہے وہ ہر چیز میں نہاں
پتوں میں اس کا رنگ ہے پھولوں میں باس ہے

اس عالم سراب میں سیراب ہے وہی
جو تجھ کو ڈھونڈتا ہے، جسے تیری پیاس ہے

فقدان ہے خدا کی خشیت کا اصل میں
ماحول میں جو آج یہ خوف و ہراس ہے

تو ہی تو میرا اول و آخر ہے کارساز!
تو آخری امید، تو ہی پہلی آس ہے

اثر جون پوری

شافع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حدیث و سنت و قرآن کی ادا ہو جا
اے امتی! تو شریعت پہ اب کھڑا ہو جا
محبتوں کی رِدا اوڑھ کر جہاں سے گزر
اور ان صلی اللہ علیہ وسلم کی آس پہ خود اپنا آسرا ہو جا
نہیں ہے چین ذرا، در پہ حاضری کے بغیر
توٗ مہرباں مری غربت پہ یا خدا ہو جا
بہت کثیف ہے بندے ترا لباسِ حیات!
پہن کے اسوۂ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خوشنما ہو جا
ترے عمل سے تو ملتا نہیں وفا کا ثبوت!
بدل کے اپنے طریق، ایک واقعہ ہو جا
رہے خیال یہ غافل، ہے آگے قبر کی گود!
نہا لے نہر میں توبہ کی، پارسا ہو جا
توٗ، پڑ کے نفس کے پھیرے میں خوار ہے عارفؔ!
خدا کی مان لے، ممنونِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو جا

سید عارف لکھنوی

اداریہ

یوم پاکستان اور تجدید عہد

23مارچ 1940 کو لاہور سہ روزہ کانفرنس میں دوقومی نظریے کا تصور پیش ہوااور علیحدہ مملکت کے حصول کی قرارداد منظور ہوئی، جو قرارداد پاکستان کے نام سے جانی جاتی ہے۔اس قرارداد نے مسلمانوں میں آزادی کی نئی روح پھونک دی اور خطے کے طول عرض میں پاکستان کی صدا گونجنے لگی۔تمام مکاتب فکر کے مسلمان بغیر کسی ملا و مسٹر کی تفریق کے قیام پاکستان کے لیے ایک ہی صف میں کھڑے نظر آئے اور بلاخر 14اگست 1947 کو کرہ ارض پر پاکستان کا وجود عمل میں آیا۔

اہلیان پاکستان قرارداد پاکستان کو یادرکھنے کے لیے ہر سال 23مارچ کو ''یوم پاکستان'' کے عنوان سے مناتے ہیں،لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ کل جو لوگ حصول پاکستان کے لیے ایک ہی صف میں کھڑے تھے اور پاکستانی کہلاتے تھے،آج وہ لسانی وصوبائی تعصب کا شکار ہوکر سندھی، بلوچی، پنجابی، پٹھان میں تقسیم ہیں۔کل تک جو لوگ صرف مسلمان تھے آج مسالک میں تقسیم ہوکر باہم دست وگریباں ہیں۔اسی طرح ملا و مسٹر کی تفریق نے ملک کو دو واضح حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

آج اگر ہم آزادی سے زندگی بسر کر رہے ہیں تو یہ عطائے خداوندی اور نعمت عظمی ہے کہ اس نے ہمیں آزادی کی نعمت سے سرشار کیا ہے۔فطرتاََ اللہ نے ہر انسان کو آزاد پیدا کیا ہے اور آزادی انسان کا بنیادی حق ہے،یہی وجہ ہے کہ جب پہلی ریاست مدینہ قائم ہوئی تو اللہ رب العزت نے کفارات، احسان اور ثواب کی مد میں غلاموں کو آزاد کرنے کے احکامات نازل فرمائے، یوں اسلام نے سب سے پہلے انسانوں کی آزادی کا تصور دیا اور اسباب پیدا کیے۔رب لم یزل چاہتے تو یک بارگی غلامیت کا خاتمہ فرما دیتے،لیکن وہ حکیم ذات جس کا کوئی حکم بھی حکمت سے خالی نہیں،اس حکیم ذات نے تدریجاََ انسانیت کی آزادی کی بنیاد مذکورہ صورتوں میں رکھی۔

برصغیر پاک وہند میں بھی انگریز سامراج نے مسلمانوں کے آپسی انتشار،مسلم امہ کی کمزوری اور بادشاہوں کی نالائقی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایسٹ انڈیا (تجارتی کمیٹی) کے ذریعہ قدم رکھا اور بعدازاں قابض ہوگئے۔چونکہ مسلمان فطری و دینی آزادی کے حامل تھے اس لیے وہ انگریز سامراج کے خلاف برسر پیکار ہوئے اور ایک لمبا عرصہ جدوجہد آزادی کی تاریخ رقم کرتے رہے،انگریز جب مسلمانوں کے جذبہ حریت کو دبانے میں ناکام رہا،تو اس نے ہندوؤں کو جو برصغیر میں کئی سو سال سے مسلمانوں کے محکوم تھے،مسلمانوں کے برابر لا کھڑا کیا،جس وجہ سے دوقومی نظریے نے جنم لیا اور پھر یہی نظریہ پاکستان کی اساس بنا۔

آیئے۔۔۔!اس تاریخ ساز دن ہم تجدید عہد کریں کہ جس طرح تمام طبقات نے مل کر ملک بنایا تھا آج ہم سب مل کر ملک کو بچائیں گے۔طبقاتی،لسانی،صوبائی اور مسلکی تقسیم اور نفرتوں کو اندر سے نکال باہر پھینکیں گے اور صرف پاکستانی بن کر ملک کی ترقی وفلاح کے لیے کوشش کریں گے۔

امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

عبدالرؤف چوہدری

آپ کا نام مبارک علی، کنیت ابوالحسن اور ابوتراب، لقب اسداللہ اور حیدر کرار ہے۔ آپ کا نسب مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت قریب ہے۔ آپ کے والد ماجد خواجہ ابوطالب (عبدمناف) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ بھائی بھائی تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ والد اور والدہ دونوں طرف سے ہاشمی ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ''فاطمہ بنت اسد بن ہاشم'' تھا۔ آپ کے والد گرامی تو اسلام نہ لائے البتہ آپ کی والدہ ماجدہ نہ صرف مسلمان ہوئیں بلکہ ہجرتِ مدینہ منورہ بھی فرمائی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ والد اور والدہ دونوں طرف سے ہاشمی ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ''فاطمہ بنت اسد بن ہاشم'' تھا۔ آپ کے والد گرامی تو اسلام نہ لائے البتہ آپ کی والدہ ماجدہ نہ صرف مسلمان ہوئیں بلکہ ہجرتِ مدینہ منورہ بھی فرمائی۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بعثت نبوی سے تقریباً آٹھ یا دس سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت کے فوری بعد آپ رضی اللہ عنہ نے قبل بلوغ، بچپن میں ہی اسلام قبول کرلیا، بوقت قبولیت اسلام آپ کی عمر مبارک علی مختلف الروایۃ دس سال، آٹھ سال یا اس سے بھی کم تھی۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پوتے سیدنا حسن بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کم عمری کی وجہ سے آپ بت پرستی سے محفوظ رہے۔

بچپن سے ہی آغوش محمدی میں آگئے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی آغوش میں پرورش پائی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بالکل اولاد کی طرح معاملہ کیا اور اپنی دامادی کا عظیم شرف بھی عطا فرمایا۔ جماعت صحابہؓ میں جو سب سے اعلیٰ درجہ کے فصیح وبلیغ اور اعلی درجے کے خطیب سمجھے جاتے تھے، اور شجاعت وبہادری میں سب سے فائق تھے ان میں آپ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ بہت نمایاں تھا۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے بے شمار فضائل ومناقب کتب احادیث وسیر میں مذکور ہیں جن میں چندیہ ہیں۔

☆ آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش نصیب ہوئی، جس نے آپ کے اوصاف وکمالات اور صلاحیتوں کو مزید نکھار دیا۔

☆ بوقت ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اپنی چادر اڑھا کر اپنے بستر پر لٹا دیا، اور لوگوں کی امانتیں آپ کے سپرد فرمائیں اور ان کی ادائیگی کا حکم فرمایا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر غیر معمولی اعتماد کی مثال ہے۔

☆ ہجرت مدینہ میں رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی المرتضیٰؓ کو اپنا

"مواخاتی بھائی" بنایا۔

☆غزوہ بدر میں آپ نے بے شمار کارہائے نمایاں سرانجام دیے اور بہت سے کافر آپ کی تلوار کی وجہ سے لقمہ اجل بنے۔

☆غزوہ احد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو جو صحابہ رضی اللہ عنہم کرام سبقت کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچے ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

☆غزوہ خیبر میں آپ کی بہادری کے قصے آج تک زبان زدعام ہیں۔

☆9 ہجری میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ کیا تو، سورۃ برات نازل ہوئی، اس کی تبلیغ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مامور فرمایا۔

☆حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو لوگ صاحب فصاحت و بلاغت اور اعلیٰ درجے کے خطیب تھے اور شجاعت و بہادری میں سب سے فائق تھے ان میں آپ کا مقام ومرتبہ بہت نمایاں ہے۔

☆سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں تلوار کے دھنی ،راتوں کو اللہ کے حضور گڑگڑانے والے، مفتی وقاضی کے منصب کے اہل ،علم وعرفان کے سمندر، عزم وحوصلہ میں ضرب المثل اور بہت زیادہ سخی وفیاض تھے۔

☆رسول کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کوسب سے اچھا فیصلہ کرنے والے فرمایا۔

☆ آپ رضی الہ عنہ کا شمار ان دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جو کو رسول کریم ﷺ نے دنیا ہی میں جنت سر ٹیفکیٹ عطا فرمایا۔

☆ آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہی رسول کریم ﷺ نے فرمایا اے علی! آپ کو میرے ساتھ وہی نسبت ہے جو موسی علیہ السلام کو ہارون علیہ السلام تھی مگر میرے نبوت ختم ہے۔

داراشکوہ کا عبرت ناک انجام

(اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے بھائی داراشکوہ سے سلطنت چھین لینے اور اقتدار پر مکمل قبضہ حاصل کر لینے کے بعد) ایک سنگ دل (جو داراشکوہ سے ذاتی دشمنی رکھتا تھا)، کا انتخاب کیا اور اس کے ساتھ چند ظالموں کو قید خانہ میں بھیجا۔ دونوں باپ بیٹے (شاہ جہاں اور داراشکوہ) اس قید خانے میں مسور کی دال پکا رہے تھے، وہ اکثر اُسی دال کو زہر کے اندیشہ سے کھایا کرتے تھے۔ جس وقت یہ قاتل سامنے آئے، داراشکوہ نے جان لیا کہ اجل کے فرشتے آن پہنچے۔ اُس وقت میں بھی خون تیموری نے اپنا رنگ دکھایا کہ ایک چھوٹی سی چھری لے کر وہ دشمنوں کے مقابلہ میں آیا۔ جب تک بہت سے ظالم اُس پر آ کر نہ ٹوٹ پڑے، وہ نہ گرا۔ آخر زخموں سے چور ہو کر مارا گیا۔ پھر اس مردہ کی زندہ کی طرح کوچہ بازار میں تشہیر ہوئی۔ اس کا سر خون سے پاک صاف ہو کر طشت میں بادشاہ کے روبرو رکھا گیا۔ جب چھوٹے بھائی نے پہچان لیا کہ بڑے بھائی کا سر ہے تو زار زار رونے لگا اور بہت رنج اور قلق کے ساتھ فرمایا کہ "ہمایوں کے مقبرہ میں اسے دفن کریں۔" (مولوی محمد ذکاء اللہ کی کتاب" اورنگ زیب عالمگیر، حالات و واقعات کے آئینے میں صفحہ: 106 سے حکیم شاکر فاروقی کا انتخاب)

☆ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین خوبیاں ایسی نصیب ہوئیں کہ اگر مجھے ان میں سے ایک بھی مل جاتی تو میرے لیے دنیا ومافیہا سے بہتر ہوتی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان سے فرمایا، انہیں مسجد میں سکونت دی اور گزوہ خیبر میں جھنڈا ان کو عطا کیا۔

☆حضرت امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ سنت کے علم کو جاننے والا کوئی نہ تھا۔

☆حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فراتے ہیں کہ ہم لوگ آپس میں کہا کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ معاملہ فہم ہیں۔

☆حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں فصل قضایا اور علم فرائض، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ رکھنے والا کوئی نہ تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ منتخب ہوئے اور تقریباً ساڑھے چار سال منصب خلافت پر متمکن رہے۔

آپ نے 21 رمضان المبارک 40 ہجری ایک خارجی عبدالرحمن ابن ملجم کے حملے سے جام شہادت نوش فرمایا۔

شاہ دیں کے دیں کی حرمت

ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ایک تندرست، تنومند، شریف و پاک باز خاتون تھیں۔ اپنے زمانہ میں سیدہ خدیجۃ الکبری نسب کے لحاظ سے قریش میں سب سے زیادہ اعلیٰ اوسط، مرتبہ کے لحاظ سے سب بلند، دولت کے لحاظ سے سب سے امیر اور حسن و جمال کے لحاظ سے سب سے فائق تھیں۔ اپنی پاک دامنی، طہارت اور رسم ورواج سے علیحدہ رہنے کی وجہ سے آپ کو" طاہرہ" کہا جاتا تھا۔ ایک روایت کے مطابق آپ کو "سیدہ قریش" بھی کہا جاتا تھا۔

آپ ؓ کا تعلق قبیلہ قریش کی شاخ بنو اسد سے تھا، قبیلہ بنو اسد اپنی شرافت ایمان داری اور کاروباری معاملات کی وجہ سے لوگوں کی نگاہ میں قابل عزت واحترام تھا۔ اُمّ المومنین سیدہ خدیجہ الکبرٰیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچپن سے ہی نہایت نیک تھیں اور مزاجاً شریف الطبع خاتون تھیں۔ مکارمِ اخلاق کا پیکر جمیل تھیں۔ رحم دلی، غریب پروری اور سخاوت آپ ؓ کی امتیازی خصوصیات تھیں، مال دار گھرانے میں پرورش پانے کیوجہ سے دولت و ثروت بھی خوب تھی، علاوہ ازیں حسنِ صورت اور حسنِ سیرت میں بھی اپنی ہم عصر خواتین میں ممتاز تھیں، آپ ؓ انتہائی دانا اور سمجھدار خاتون تھیں۔

آپ کا پہلا نکاح ابو ہالہ بن زرارہ تیمی سے ہوا جن سے ھند اور ہالہ دو بیٹے پیدا ہوئے. دونوں مشرف با اسلام ہوئے دونوں صحابی رسول ہیں۔ ابو ہالہ کے انتقال کے بعد عتیق بن عائذ مخزومی کے نکاح میں آئیں جن سے ایک بیٹی "ھند" پیدا ہوئیں انہیں بھی شرف صحابیت حاصل ہے کچھ عرصہ بعد عتیق بن عائذ کا بھی انتقال ہوگیا۔

اُمّ المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد محترم خویلد بن اسد اعلیٰ درجے کے تاجر تھے، جب بڑھاپے کی دہلیز تک پہنچے تو انھوں نے اپنا سارا کاروبار اپنی بیٹی اُمّ المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالی عنہا کے سپرد کر دیا۔ آپ ؓ حجازِ مقدس میں سب سے زیادہ مالدار خاتون شمار ہوتی تھیں، آپ ؓ کی تجارت کا سامان عرب سے باہر ملکِ شام اور یمن میں سال میں دو مرتبہ جاتا تھا۔ بعض محدثین نے لکھا ہے کہ اکیلا اُمّ المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ؓ کا سامانِ تجارت مکہ مکرمہ کے سارے تجارتی قافلوں کے سامان کے برابر ہوتا تھا۔ جب آپ کے کانوں تک نبی کریم ﷺ کی امانت وصداقت کا چرچا پہنچا تو آپ ؓ نے نبی کریم ﷺ سے سامان تجارت لیکر ملکِ شام جانے کی درخواست کی جسے آپ ﷺ نے قبول فرمایا۔ اس دوران سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ؓ نے اپنے غلام میسرہ کو خصوصی ہدایت کی کہ وہ آپ ﷺ کے کسی معاملے میں دخل اندازی نہ کرے۔ اللہ تعالی نیاس تجارتی سفر میں بیحد برکت دی اور نفع پہلے سے بھی دوگنا ہوا، چونکہ میسرہ دورانِ سفر قریب سے آپ ﷺ کے حسنِ اخلاق، معصومانہ سیرت کا تجربہ اور معاملہ فہمی کا مشاہدہ کر چکا تھا، اس لیے اس نے برملا اس کا اظہار کرتے ہوئے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ؓ کو بتایا کہ آپ ﷺ نہایت معاملہ فہم، تجربہ کار، خوش اخلاق، دیانت دار، امانت دار، شریف النفس اور مدبر انسان ہیں۔ آپ ﷺ نے واپس پہنچ کر تجارتی معاملات کا عمدہ حساب پیش کیا جس سے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت متاثر ہوئیں اور نفیسہ بنت منیہ کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پیغام نکاح پہنچایا۔

سیدہ خدیجہ نے عمداً خوب سوچ سمجھ کر اپنی طرف سے پیام کی ابتدا کی اور رؤساء مکہ کی آرزوؤں کو خاک میں ملا دیا. بھلا جس مبارک خاتون نے دنیا ہی کے ٹھکرانے کا عزم بالجزم کر لیا ہو تو وہ ابناء دنیا کو کہاں خاطر میں

لائے گی۔ جب مال ہی سے علاقہ نہیں تو اس کے فرزندوں سے کیا علاقہ ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شفیق چچا ابو طالب کی مشاورت سے اس پیام کو قبول کیا۔ اور سیدہ خدیجہ کی طرف سے آپ کے چچا عمر بن اسد تقریب نکاح میں شریک ہوئے۔ سیدہ خدیجہ الکبریٰ کے بطن مبارک سے رسول کریم ﷺ کی چار شہزادیاں زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ اور دو شہزادے قاسم اور عبداللہ (طیب طاہر) پیدا ہوئے

سب بڑی فضیلت سیدہ کے حصہ میں یہ آئی کہ جب وحی اول کا نزول ہوا نبی اکرم ﷺ کا دل مضطرب ہوا، خوف کی سی کیفیت محسوس ہوئی کانپتے ہوئے سیدہ خدیجہ کے پاس تشریف لائے تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے تسلی دینے کا شرف بھی سیدہ کے مقدر میں آیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جبرئیل امین آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ابھی خدیجہ آپ کیلیے کھانا لا رہی ہیں ان کو اللہ رب العزت اور میری طرف سے سلام کہیے اور جنت کے محل کی بشارت دیجیے۔ (بخاری و مسلم) سیدہ نے جواب میں فرمایا ان اللّٰہ ھو السلام وعلی جبرئیل السلام علیک یا رسول اللّٰہ۔ علماء حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورتوں میں سب افضل تین عورتیں ہیں سیدہ خدیجہ، سیدہ فاطمہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہن (سیرت مصطفیٰ)

ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالی عنہا بچپن سے ہی نہایت نیک تھیں اور مزاجاً شریف الطبع خاتون تھیں۔ مکارمِ اخلاق کا پیکر جمیل تھیں۔ رحم دلی، غریب پروری اور سخاوت آپؓ کی امتیازی خصوصیات تھیں، مال دار گھرانے میں پرورش پانے کیوجہ سے دولت وثروت بھی خوب تھی، علاوہ ازیں حسنِ صورت اور حسنِ سیرت میں بھی اپنی ہم عصر خواتین میں ممتاز تھیں، آپؓ انتہائی دانا اور سمجھدار خاتون تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی پر اتنا رشک نہیں کرتی جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر، حالانکہ وہ میرے نکاح سے پہلے ہی وفات پا چکی تھیں، لیکن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا (کثرت سے) ذکر فرماتے ہوئے سنتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا کہ خدیجہ کو موتیوں کے محل کی بشارت دے دیجیے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی بکری ذبح فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی سہیلیوں کو اتنا گوشت بھیجتے جو اُنہیں کفایت کر جاتا۔" (متفق علیہ)

جنتی عورتوں میں سب سے افضل: حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کا شمار ان چار خواتین میں بھی ہوتا ہے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جنتی عورتوں میں سب سے افضل قرار دیا ہے، جیسا کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول کائنات، شہنشاہ موجودات ﷺ نے زمین پر چار خطوط کھینچے اور فرمایا: تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی: اللہ ورسولہ اعلم یعنی اللہ اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں، فرمایا جنتی عورتوں میں سب سے زیادہ فضیلت والی عورتیں یہ ہیں" ۱۔ خدیجہ بنت خویلد، ۲ فاطمہ بنت محمد ۳۔ آسیہ بنت مزاحم (فرعون کی بیوی)۔ مریم بنت عمران (مسند احمد، ۲/۱؟۲، الحدیث: ۲۷۰۳)

23 مارچ... ایک عظیم دن

مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی

23 مارچ کا دن درحقیقت اہل وطن کے لیے تجدید عہد ووفا کا دن ہے، یہ وہ عظیم دن ہے جب انگریز کی غلامی سے نجات پانے کے لیے قائداعظم محمد علی جناح، علامہ محمد اقبال کی جماعت نے قرارداد پاکستان منظور کی، قرارداد پاکستان کا نام قراداد لاہور تھا لیکن متعصب ہندو پریس نے از خود اس قرار داد کو قراردادِ پاکستان کہنا شروع کر دیا۔

23 مارچ کا دن ہمارے مشاہیر کی جدوجہد آزادی اور رات دن کی بے پناہ تکالیف دہ قربانیوں کے صلہ میں ہماری آنے والی نسلوں کیلئے بہترین تحفہ اور ہدیہ ہے۔قوموں کی زندگی میں بعض لحات انتہائی فیصلہ کن ہوتے ہیں جو اپنے نتائج اور اثرات کے اعتبار سے خاصے دوررس اور تاریخ کا دھارا موڑنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ ایسا ہی ایک لمحہ مسلمانان برصغیر کی زندگی میں 23 مارچ 1940 کو آیا جب لاہور کے ایک وسیع وعریض میدان جسے منٹو پارک کہا جاتا ہے، لاکھوں مسلمان اکٹھے ہوئے اور بنگال کے وزیر اعلی مولوی فضل حق نے ایک قرارداد پیش کی، جسے مسلمانوں نے اپنی جان مال سے بھی زیادہ پذیرائی دیتے ہوئے قبول کیا۔ وہ قرارداد کیا تھی وہ اللہ تعالی کی طرف سے مسلمانان ہند کیے لیے ایک خصوصی جنت نما عنایت و بشارت کا ظہور تھا، وہ قرارداد تھی، ”قرارداد پاکستان“۔

اس قرارداد کی روشنی میں قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی خداداد صلاحیتوں، ذہانت وقابلیت، عقل ودانش، سیاسی فہم وبصیرت وفراست، عزم واستقلال، بہادری وجرات، یقین محکم اور اللہ تعالی کے فضل وکرم سے دنیا کے نقشے پر ایک ایسی نئی اسلامی مملکت کا اضافہ کیا جو برصغیر کے مسلمانوں کی آزادی، مذہبی فریڈم کے تقدس کے لیے نہایت اہمیت کی حامل تھی۔

23 مارچ 1940 کو شہر لاہور میں مسلمانان ہند نے اپنی منزل مقصود کا اعلان کیا تھا اور دوٹوک الفاظ میں کہا تھا کہ ہم ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے آزاد خطوں کی جدوجہد کا اعلان کرتے ہیں، قوم کو ایک واضح منزل مقصود کا تعین اور نصب العین مل چکا تھا اور خوش قسمتی سے قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ، علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، علامہ شبیر احمد عثانی جیسے مدبر ومفکر قائد ولیڈر کی سرپرستی بھی حاصل تھی جن کی قیادت سحر انگیز اور ولولہ انگیز ہونے کے علاوہ سیاست میں صداقت و شرافت اور دیانتداری کی امین وعلمبردار تھی 1945 میں دوسری جنگ عظیم کے خاتمے تک مسلمانان ہند مسلم لیگ کے پرچم تلے یکجا اور متحد ہو چکے تھے۔ وائسرائے ہند لارڈ ویول نے مسلم لیگ اور مطالبہ پاکستان کی مقبولیت اور دوسری جماعتوں کی طاقت کا اندازہ کرنے کے لیے انتخابات کروائے۔ کانگریس کی مخالفت کے باوجود مسلم لیگ کو تاریخی فتح حاصل ہوئی اس طرح حصول پاکستان کی منزل قریب سے قریب تر ہوگئی۔ اکتوبر 1946 میں ایک عبوری حکومت قائم کی گئی جس میں مسلم نمائندگان کی قیادت خان لیاقت علی خان نے کی، ادھر حکومتی ایوانوں میں قائداعظم مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے تحفظ اور قیام پاکستان کے لیے سیاسی جنگ لڑ رہے تھے تو دوسری طرف ہندو مسلم فسادات نے پورے ملک کو بری طرح اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ ان فسادات میں لاکھوں معصوم مسلمانوں کو بے دردی اور سفا کی سے موت کے منہ میں دھکیل دیا گیا، اس کے بعد 3 جون کو تقسیم ہند

کے منصوبے کا باقاعدہ اعلان کیا گیا۔ اس طرح 14 اگست 1947 کو علامہ محمد اقبال، قائداعظم محمد علی جناح اور ان کے جانثار ساتھیوں کے خوبصورت خواب کی تعبیر و انتہائی مشکل ترین جدوجہد کے بعد مملکت خداداد کلمہ اسلام کے نام پر دنیا کے نقشے پر نمودار ہوئی، لاکھوں جانوں کے نذرانے اور خون کے دریا بہانے کے بعد مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ ریاست کی تکمیل کو عملی جامہ پہنایا گیا یہ سلطنت جس کو کلمہ اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا 23 مارچ 1940 کو متفقہ قرارداد پاکستان کی بدولت برصغیر کے مسلمانوں نے علیحدہ ریاست حاصل کی لیکن بدقسمتی سے آج کا پاکستان بابائے قوم کے مقاصد و فرمودات اور نظریات کے بالکل برعکس ہے جن مقاصد کیلئے پاکستان معرض وجود میں آیا اور لاکھوں لوگوں کو شہید کیا گیا، اولادوں اور مال و متاع کے نذرانے پیش کیے گئے، کسمپرسی کے عالم میں در بدر کی ٹھوکریں کھائیں، فقر و فاقہ، بھوک افلاس کے سمندر مسکنت کی حالت میں عبور کیئے، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے وہ قیامت خیز منظر دردناک اور کرب ناک وقت دیکھا ہے اس وقت کی سنگینی اور نزاکت کو کون جان سکتا ہے۔ باقی ہمارے مشاہیر و اکابرین نے جن نظریات و تخیلات کو مدنظر رکھتے ہوئے پاکستان کی بنیاد رکھی اور ان گنت قربانیاں دی تھیں، وہ آج تک شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے، وہ فکری اور تعمیری جدوجہد جو مسلمانوں کے مستقبل کی آئینہ دار اور ترقی و کامیابی، فلاح بہبود کی حقیقی ضامن تھی۔

23 مارچ کا دن ہر سال پاکستانی قوم کو اس جذبے کی یاد دلاتا ہے جو پاکستان کی شکل میں ایک خوبصورت مملکت کے وجود کا باعث بنا، یعنی پاکستان بنانے کا مطلب کیا تھا، قائداعظم محمد علی جناح نے 22 مارچ کو ہونے والے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے پہلی بار کہا کہ ہندوستان میں مسئلہ فرقہ وارانہ نوعیت کا نہیں ہے بلکہ بین الاقوامی ہے یعنی یہ دو قوموں کا مسئلہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں فرق اتنا بڑا اور واضح ہے کہ ایک مرکزی حکومت کے تحت ان کا اتحاد خطرات سے بھرپور ہوگا، انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس صورت میں ایک ہی راہ ہے کہ دونوں قومیتوں کی علیحدہ مملکتیں ہوں۔ دوسرے دن انہی خطوط پر 23 مارچ کو اس زمانہ کے بنگال کے وزیراعلی مولوی فضل الحق المعروف شیرِ بنگال نے قراردادِ لاہور پیش کی جس میں کہا گیا تھا کہ اس وقت تک کوئی آئینی پلان نہ تو قابلِ عمل ہوگا اور نہ مسلمانوں کو قبول ہوگا جب تک ایک دوسرے سے ملے ہوئے جغرافیائی یونٹوں کی جداگانہ علاقوں میں حد بندی نہ ہو۔

شیرِ بنگال مولوی فضل الحق کی قرارداد میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ ان علاقوں میں جہاں مسلمانوں کی عددی اکثریت ہے جیسے کہ ہندوستان کے شمال مغربی اور شمال مشرقی علاقے، انہیں یکجا کر کے ان میں آزاد مملکتیں قائم کی جائیں، جن میں شامل یونٹوں کو خود مختاری اور حاکمیت اعلی حاصل ہو۔ مولوی فضل الحق کی جانب سے پیش کردہ اس قرارداد کی تائید یوپی کے مسلم لیگی رہنما چوہدری خلیق الزماں، پنجاب سے مولانا ظفر علی خان،

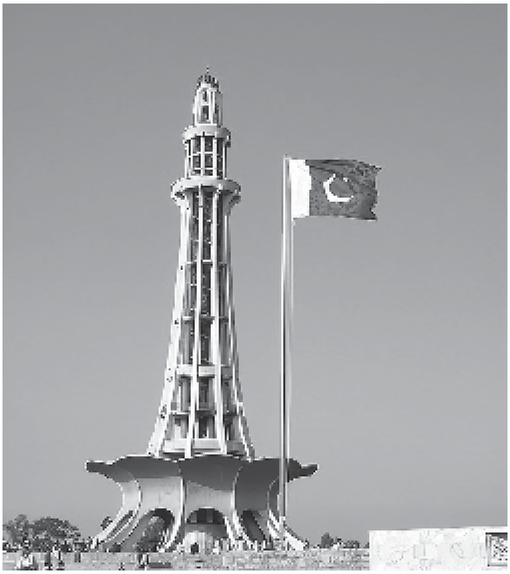

سرحد (خیبر پختونخواہ) سے سردار اورنگ زیب، سندھ سے سر عبداللہ ہارون اور بلوچستان سے قاضی عیسی نے کی۔

قراردادِ پاکستان 24 مارچ کو ہونے والے اختتامی اجلاس میں منظور کی گئی۔ اپریل 1941 میں مدراس میں مسلم لیگ کے اجلاس میں قرارداد لاہور کو جماعت کے آئین میں شامل کرلیا گیا اور اسی کی بنیاد پر پاکستان کی تحریک شروع ہوئی۔

23 مارچ 1940 برصغیر کے مسلمانوں کی تاریخ کا ایک سنہرا دن ہے۔ اس روز آل انڈیا مسلم لیگ کے چونتیسویں سالانہ اجلاس میں مسلمانوں کے لیے الگ وطن کی قرارداد منظور کی گئی۔ اللہ کے فضل سے قائداعظم محمد علی جناح کی ولولہ انگیز قیادت کا منہ بولتا ثبوت تھا کہ مسلمانوں نے چار سو الفاظ پر مشتمل اس قرارداد کو صرف سات سال کے مختصر ترین عرصہ میں حقیقت کا روپ پہنا دیا۔

قارئین کرام! ہم جدوجہد اور قربانیوں کی اس داستان کا حصہ تو نہیں تھے لیکن ملک کو حقیقی معنوں میں قائد کا پاکستان بنا کر اپنا حصہ ڈال سکتے ہیں۔ یوم قرارداد پاکستان کے موقع پر عزم کرتے ہیں کہ ملک کا مستقبل تابناک بنانے اور قائداعظم کے خوابوں کو عملی جامہ پہنانے میں دل و جان سے محنت کریں گے۔ یومِ تجدید عہد کا تقاضا ہے کہ قائد کے فرمان کو یاد رکھا جائے کہ پاکستان ایک روشن خیال اسلامی، جمہوری ریاست ہو گی جہاں انسانی مساوات، سماجی و معاشی عدل اور قانون کی حکمرانی کے تقاضے پورے کئے جائیں گے۔ آج ہم کسی کے غلام نہیں بلکہ آزاد قوم ہیں اور پاکستان میں ہر فرد اپنی مرضی اور عقیدے کے مطابق زندگی بسر کر رہا ہے۔ یہ دن ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اتحاد، تنظیم اور یقینِ محکم کے اصولوں پر عمل کر کے ہم نے اپنی منزل حاصل کی تھی اور آج ہمارا فرض ہے کہ اپنے ملک کی ترقی اور استحکام کے لیے کام کریں اور آپس میں پیار محبت کی فضا کو پروان چڑھائیں، ملک میں امن اور بھائی چارے کو فروغ دینے کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔

بقیہ: نقیب کا مہمان

ادا نہ کیا گیا تو بعد میں بھی ادا کرنا ہوگا، لیکن بعد میں ادا کرنے سے اس صدقہ کی فضیلت ختم ہوجائے گی، اور یہ عام صدقہ بن جائے گا، نیز عید الفطر کی نماز کے بعد تک تاخیر مکروہ ہے۔ غریب کی ضرورت کو مدنظر رکھ کر یہ صدقہ عید الفطر سے پہلے رمضان المبارک میں بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔ صدقہ فطر کا مصرف وہی ہے جو زکات کا مصرف ہے یعنی مسلمان فقیر آدمی جو سید/ ہاشمی نہ ہو۔ صدقہ فطر کی مقدار گندم کے اعتبار سے پونے دو کلو گندم یا پونے دو کلو گندم کی مارکیٹ کی قیمت ہے، احتیاطاً دو کلو گندم یا اس کی قیمت کا حساب کرلیا جائے۔ اور جو، کھجور اور کشمش کے اعتبار سے یہی اشیاء ساڑھے تین کلو یا ان کے ساڑھے تین کلو کی بازار میں جو قیمت ہو۔

نقیب طلبہ: رمضان المبارک کی مناسبت سے نوجوانوں اور طلبہ کے نام کوئی پیغام؟

مفتی تنویر احمد: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو: اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے، اپنی مال داری کو اپنی محتاجی سے پہلے، اپنی فراغت کو اپنی مصروفیت سے پہلے، اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی روشنی میں ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ یہ جوانی، یہ رمضان المبارک کی بابرکت گھڑیاں، یہ عقل وشعور، یہ قوت اور ہمت اور یہ زندگی وصحت ایسی نعمتیں ہیں کہ ان کی کیفیت جلد تبدیل ہوجائے گی، ان کو غنیمت جانتے ہوئے اللہ کی رضا کو حاصل کرلیں اور قوی مومن بن کر اسلام، وطن، انسانیت کی خدمت کرکے خالق ومخلوق کے محبوب بن جائیں اور حیات طیبہ اور رضا الٰہی کی منزل کو پالیں۔ اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین

نقیب کا مہمان

مفتی تنویر احمد اعوان حفظہ اللہ مہتمم مدرسۃ المسلم اسلام آباد سے عبدالرؤف چوہدری کی گفتگو

نقیب طلبہ: رمضان المبارک کی آمد آمد ہے ہم رمضان لمبارک کا استقبال کیسے کریں؟

مفتی تنویر احمد: الحمدللہ! اللہ کریم نے شعبان اور رمضان کی مبارک گھڑیاں ہم سب کو ایمان، عافیت سے نصیب فرمائیں اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں دعا گو ہیں اللھم بارک لنا فی رجب وشعبان وبلغنا رمضان۔ رمضان المبارک کی تیاری، استقبال اوران مبارک ایام کی اہمیت کا استحضار کرنا اور بیان کرنا سیرت طیبہ کی روشنی میں بالکل واضح ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ رمضان المبارک سے اتنی زیادہ محبت فرماتے کہ اکثر اس کے پانے کی دُعا فرماتے تھے اور رمضان المبارک کا اہتمام ماہِ شعبان میں ہی روزوں کی کثرت کے ساتھ ہو جاتا تھا۔ آپ ﷺ بڑے شوق ومحبت سے ماہِ رمضان کا استقبال فرماتے۔

حضور نبی اکرم ﷺ اس مبارک مہینے کو خوش آمدید کہہ کر اس کا استقبال فرماتے اور صحابہ کرام سے سوالیہ انداز میں تین بار دریافت کرتے: مَاذَا يَسْتَقْبِلُكُمْ وَتَسْتَقْبِلُوْنَ؟ ”کون تمہارا استقبال کررہا ہے اور تم کس کا استقبال کررہے ہو؟“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا کوئی وحی اترنے والی ہے؟ فرمایا: نہیں۔ عرض کیا: کسی دشمن سے جنگ ہونے والی ہے؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ عرض کیا: پھر کیا بات ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ فِي اَوَّلِ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ لِكُلِّ اَهْلِ الْقِبْلَةِ ”بے شک اللہ تعالیٰ ماہِ رمضان کی پہلی رات ہی تمام اہلِ قبلہ کو بخش دیتا ہے۔“ (الترغیب والترہیب)

ان مبارک ایام کی آمد سے پہلے ہر مسلمان کو رمضان المبارک کا مقام و مرتبہ، اہمیت، ایمان واعمال کی یکسوئی کے ماحول کی قدر، اللہ کریم کی رحمتوں کے کثرت سے نزول اور عطا کا استحضار ہونا چاہیے۔

نقیب طلبہ: ہم رمضان المبارک کیسے گزاریں اور کن امور کو بطور خاص پابندی سے کریں؟

مفتی تنویر احمد: رمضان المبارک رحمت، مغفرت اور جہنم سے چھٹکارے کا مہینہ ہے، اگر ہم ماہ مقدس کی برکات سے کما حقہ مستفید ہونا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے اس مقدس مہینہ کی اہمیت اجاگر کرنا ہوگی، نظام الاوقات بنا کر زیادہ وقت تلاوت، ذکر و عبادات کے لیے خاص کرنا ہوگا۔ اس مہینہ میں اعمال اور عبادات

نقیب کا مہمان ایک نظر میں

مفتی تنویر احمد اعوان بن محمد اشرف (ایم اے عریبک) آپ مدرسۃ المسلم اسلام آباد کے مہتمم ہیں اور نقیب طلبہ کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں۔ آپ جید عالم دین، معروف کالم نگار، سماجی کارکن اور بہترین منتظم ہونے کے ساتھ ساتھ بے شمار صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ آپ نے 2008ء میں مولانا عبدالقدوس محمدی صاحب کے پاس میڈیا ورکشاپ کی اور روزنامہ اوصاف سے میگزین ایڈیٹنگ میں انٹرشپ کی۔ قومی اور علاقائی اخبارات میں دینی، سیاسی اور سماجی عنوانات پر مضامین لکھتے رہتے ہیں۔

کو پورے اہتمام کے ساتھ ادا کرنا ہوگا، معمولی کوتاہی، غفلت، نافرمانی اور گناہ سے بھی مکمل احتیاط کی کوشش کرنا ہوگی۔ ہمیں چاہیے کہ اسلامی تعلیمات اور شریعت کی روشنی میں ماہ مقدس کو گزاریں، نفس اور شیطان سے دوری اختیار کریں۔ بطور خاص روزے کا اہتمام، گناہوں سے بچنا، تراویح کا اہتمام، تلاوت قرآن پاک، صدقہ و خیرات کی کثرت، اعتکاف اور توبہ و استغفار کا خوب اہتمام کرنا ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزوں کی اس میں کثرت رکھا کرو۔ جن میں سے دو چیزیں اللہ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں، پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو اور آگ سے پناہ مانگو، جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے حق تعالیٰ میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزوں کی اس میں کثرت رکھا کرو۔ جن میں سے دو چیزیں اللہ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں، پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو اور آگ سے پناہ مانگو، جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے حق تعالیٰ میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔

نقیب طلبہ: ہم رمضان المبارک میں کن امور سے بچنے کی کوشش کریں؟

مفتی تنویر احمد: ہر وہ کام جو اللہ کریم کی نافرمانی ہو اس سے اجتناب اور بچنا انتہائی ضروری ہے، نیکیوں کے موسم بہار میں گناہ کی مسموم گل و بوٹے اگانا کسی قدر لائق تحسین نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار اشخاص کا ذکر فرمایا کہ ان کی رمضان میں بھی مغفرت نہیں ہوتی: شراب کا عادی شخص، والدین کا نافرمان، قطع رحمی کرنے والا اور کینہ رکھنے والا۔ مختصراً یہ کہ اللہ کی نافرمانی والے ہر کام سے بچنا چاہیے۔

نقیب طلبہ: رمضان المبارک میں جس طرح نیک اعمال کا ثواب بڑھ جاتا ہے تو کیا گناہ بھی بڑھا کر لکھا جاتا ہے؟

مفتی تنویر احمد: بالکل رمضان میں گناہوں کا وَبال اور عذاب بڑھ جاتا ہے، قانون قدرت یہی ہے، جس طرح نفل کا ثواب فرض کے برابر ہو جاتا ہے اور ایک فرض کا ستر فرائض کے برابر دیا جاتا ہے، رمضان میں عمرہ ادا کرنے کا ثواب حج کے برابر ملتا ہے۔ ایسے ہی گناہ کا وبال بھی بڑھ جاتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”رمضان کے مہینے میں (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے رہنا کیونکہ اِس میں نیکیوں (کے اجر) کو اِس قدر بڑھایا جاتا ہے جتنا رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں نہیں بڑھایا جاتا، اِسی طرح گناہوں (کے وَبال) کو بھی (اتنا بڑھا دیا جاتا ہے جتنا رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں نہیں بڑھایا جاتا)۔ (طبرانی اوسط: 4827)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان سے پہلے خطبہ دیتے اور اس میں اِرشاد فرماتے: ”فَإِنَّ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ تُضَاعَفُ فِيْهِ“ بیشک رمضان میں نیکیاں اور بُرائیاں بڑھا دی جاتی ہیں۔ (کنز العمال)

نقیب طلبہ: شب قدر کا مقام و مرتبہ کیا ہے اور اس کی تعیین کو مخفی رکھنے میں کیا حکمت ہے؟

مفتی تنویر احمد: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آ رہا ہے جو بہت بڑا مہینہ ہے، بہت مبارک مہینہ ہے۔ اس میں ایک رات ہے، جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ بلاشبہ یہی رات ''لیلۃ القدر'' ہے، قرآن پاک میں پوری سورۃ القدر اس کی فضیلت میں موجود ہے، جبرائیل امین فرشتوں کی جماعت کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں، رحمت، سکینہ اور مغفرت ہر ایمان والے کا مقدر ہوتی ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

مجھے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب قدر کے (تعین کے) بارے میں آگاہ کرنے کے لیے نکلے، (راستے میں کیا دیکھتے ہیں کہ) دو مسلمان آدمی جھگڑ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تو تم لوگوں کو شب قدر کے بارے میں بتلانے کے لیے نکلا تھا، لیکن فلاں فلاں جھگڑ رہے تھے، اس وجہ سے (اس کی علامتیں یا اس کا تعین) اٹھا لیا گیا، ممکن ہے کہ یہی چیز تمہارے لئے بہتر ہو، اب اس کو پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں راتوں میں تلاش کرو۔'' دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ لیلۃ القدر کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

بلاشبہ اللہ کریم مسلمانوں کو زیادہ اجر و ثواب عطا کرنا چاہتے ہیں، اس لیے ہر طالب صادق کے لیے رمضان المبارک کے آخری عشرہ کو زندہ کرنے کا موقع فراہم کیا تا کہ وہ اعتکاف، ذکر و عبادت، طلب و جستجو اور دعا کا خوب اہتمام رکھے، تقرب الٰہی کی منازل طے کرے، زندگی کے رخ کو سیدھا کر سکے اور محبت الٰہی سے سرشار ہو۔

نقیب طلبہ: رمضان المبارک میں اعتکاف کرنے کا کیا حکم ہے اور اعتکاف میں کن امور کا خیال رکھا جائے۔

مفتی تنویر احمد: رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مستقل سنت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے تھے، ہجرت مدینہ منورہ سے لے کر وفات تک بلا ناغہ آپ اعتکاف کرتے رہے، کبھی ترک نہیں کیا۔ (اور اگر ایک سال اعتکاف نہ کر سکے تو اگلے سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔)

معتکف کے مدنظر اس نیت کا استحضار ہو کہ میں محض اللہ کی رضا و حصول مغفرت کے لیے مسجد میں مقیم ہوں، ذکر و عبادات میں مشغول ہو کر لیلۃ القدر کی فضیلت کو حاصل کروں گا، دوران اعتکاف پنج وقتہ فرض نمازیں باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا کروں گا، تراویح اور وتر کی جماعت میں از اول تا آخر شریک رہنا، قرآنِ کریم کی تلاوت، استغفار اور درود شریف کی کثرت کرے، دیگر اذکار، نوافل (تہجد، اشراق، چاشت اور صلوۃ التسبیح وغیرہ)، دعا کا خوب اہتمام کرنا، فضول گوئی سے اجتناب کرنا، ضرورت کی یا دینی باتیں کرنا، دینی احکام سیکھنے سکھانے میں وقت صرف کرنا، اور اگر ذمے میں قضا نمازیں ہوں تو انہیں ادا کرنا معتکف کے معمولات میں شامل ہونی چاہیں۔

نقیب طلبہ: صدقہ فطر کیا ہے اور کس پر واجب ہے؟

مفتی تنویر احمد: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ فطر کو اس لئے فرض قرار دیا ہے کہ یہ روزہ دار کے بیہودہ کاموں اور فحش باتوں کی پاکی اور مساکین کے لئے کھانے کا باعث بنتا ہے۔ (سنن ابوداؤد)

جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوۃ واجب ہو یا اس پر زکوۃ تو واجب نہیں لیکن ضروری اسباب سے زائد اتنی قیمت کا مال یا سامان اس کے پاس موجود ہے جس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر پہنچتی ہو تو اس پر عید الفطر کے دن صدقہ دینا واجب ہوتا ہے چاہے وہ مال تجارت کا ہو یا نہ ہو اور چاہے سال پورا گزر چکا ہو یا نہ گزرا ہو اور اس صدقہ کو شرع میں ''صدقہ فطر'' کہتے ہیں۔ عید الفطر کے دن جس وقت فجر کا وقت آتا ہے (یعنی جب سحری کا وقت ختم ہوتا ہے) اسی وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے۔ اور عید کی نماز کے لیے جانے سے پہلے پہلے اسے ادا کرنا ضروری ہے، اگر عید الفطر کی نماز سے پہلے (بقیہ صفحہ نمبر 10)

حضرت امی عائشہؓ کے اخلاق و عادات

فاطمہ شہزادی

سیدہ ام المومنین امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے بچپن سے جوانی تک کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں گزارا، اس تربیت گاہِ روحانی نے آپ کے حسن اخلاق کو اس رتبے تک پہنچا دیا جو انسانیت کی روحانی ترقی کی آخری منزل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نہایت بلند اخلاق کی مالک تھیں، سنجیدہ مزاج، فیاض، قناعت پسند، رحم دل اور عبادت گزار تھیں۔ آپ نے ازدواجی زندگی عسرت اور فقر و فاقہ میں بسر کی، لیکن کبھی شکایت کا کوئی حرف زبان پر نہیں آنے دیا۔ اللہ پاک نے اولاد سے نہیں نوازا تھا لیکن مسلمانوں کے بچوں اور زیادہ تر یتیموں کی پرورش اور ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرتی تھیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کا خصوصی خیال رکھتیں، اور ان کی کوئی بات نہ ٹالتی تھیں۔ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری و رضا کے حصول میں کوشاں رہتیں۔ کسی کی برائی نہ کرتی تھیں، کبھی کسی کی توہین نہ کی۔ سوکنوں کو برا کہنا عورت کی فطرت ہے، لیکن آپ رضی اللہ عنہا کشادہ پیشانی سے اپنی سوکنوں کے فضائل و مناقب بیان کرتیں۔ بعض عزیزوں نے واقعہ افک کے سبب حضرت عائشہؓ کے سامنے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو برا کہنا چاہا تو آپؓ نے سختی سے منع کر دیا، اور فرمایا ان کو برا نہ کہو کیونکہ یہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مشرکین شعراء کو جواب دیا کرتے تھے۔

دوسروں کا احسان بہت کم لیتی تھیں، لیتی بھی تو معاوضہ ادا کرتیں۔ اطراف ممالک سے ان کے پاس ہدایا اور تحائف آیا کرتے تھے آپؓ کا حکم تھا ہر تحفے کا معاوضہ لازماً بھیجا جائے۔ فیاض اس قدر تھی کہ ذرا ذرا جوڑ کر جمع کرتیں، جب کچھ رقم اکٹھی ہو جاتی تھی تو بانٹ دیتی تھیں۔ جو کچھ موجود ہوتا، تھوڑے بہت کا لحاظ کیے بغیر، سائل کی نذر کر دیتیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم بھیجے، شام ہوتے ہوتے ایک درہم بھی پاس موجود نہ تھا سب محتاجوں کو دے دیا، اتفاق سے اس روز روزہ رکھا ہوا تھا، لونڈی نے عرض کی کہ افطار کے لیے کچھ رکھنا چاہیے تھا فرمایا کہ تم نے یاد دلا دیا ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھانجے تھے اور سب سے چہیتے تھے، وہ زیادہ تر خدمت کیا کرتے تھے، لیکن آپ رضی اللہ عنہا کی فیاضی کو دیکھتے دیکھتے وہ بھی گھبرا گئے، کہیں ان کے منہ سے نکل گیا کہ اب ان کا ہاتھ روکنا چاہیے، آپ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو انہوں نے قسم کھالی کہ اب کبھی ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بات نہ کروں گی، وہ میرا ہاتھ روکے گا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مدت تک معتوب رہے اور آخر میں بڑی مشکل سے ان کو معاف کیا۔ اپنا رہنے کا مکان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کر دیا، جو قیمت آئی وہ سب راہ خدا میں صرف کر دی۔

فقرا اور حاجت مندوں کی اعانت ان کے حسب حیثیت کرتی تھیں، ایک دفعہ ایک معمولی سائل آیا، اس کو روٹی کا ٹکڑا دے دیا، وہ چل دیا۔ اس کے بعد ایک اور شخص آیا جو اچھے کپڑے پہنے تھا اور کسی قدر عزت دار معلوم ہوتا تھا۔ اس کو بٹھا کر کھانا کھلایا اور پھر رخصت کیا، لوگوں نے عرض کی دونوں کے ساتھ دو الگ قسم کا برتاؤ کیوں کیا گیا؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے

کہ لوگوں کے ساتھ ان کے حسب حیثیت برتاؤ کرنا چاہیے۔

خودستائی سے پرہیز کرتی تھیں، اپنے منہ سے اپنی بالکل تعریف نہ کرتیں۔ عجز وخاکساری کے باوجود انتہا کی خود دار تھیں، آپ رضی اللہ عنہا کمال خودداری کے ساتھ انصاف پسند بھی تھیں۔ ایک دفعہ مصر کے ایک صاحب آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؓ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے ملک کے موجودہ حاکم و والی کا رویہ میدان جنگ میں کیسا رہتا ہے؟ عرض کیا کہ قابل اعتراض کوئی بات نظر نہیں آئی، کسی کا اونٹ مرجاتا تو دوسرا اونٹ دیتے ہیں، اور اگر خادم نہ رہے تو خادم دیتے ہیں، خرچ کی ضرورت پڑتی ہے تو خرچ دیتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ انہوں نے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو بھی بدسلوکی کی ہو، تاہم ان کی بدسلوکی مجھے یہ بتانے سے باز نہیں رکھ سکتی کہ حضور ﷺ نے میرے اسی گھر کے اندر یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! جو میری امت کا والی ہو، اگر وہ امت پر سختی کرے، تو تو بھی اس پر سختی کرنا، اور اگر وہ نرمی کرے تو تو بھی نرمی فرمانا۔

آپ رضی اللہ عنہا نہایت دلیر اور پُر دل تھیں، میدان جنگ میں آ کے کھڑی ہوجاتیں تھیں، راتوں کو اکیلے اٹھ کر قبرستان چلی جاتی تھیں۔ حضور ﷺ سے لڑائیوں میں شرکت کے لیے اجازت طلب کی، لیکن نہ ملی۔

اکثر عبادت الٰہی میں مصروف رہا کرتی تھیں، حضور ﷺ کے ساتھ تہجد ادا کرتی تھیں، اور اس کی پابندی آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی جاری رہی، چاشت کی نماز پڑھا کرتی تھیں اور فرمایا کرتیں تھیں کہ اگر میرا باپ بھی قبر سے اٹھ کر آئے اور مجھے منع کرے تب بھی میں باز نہیں آؤں گی۔ اکثر روزے رکھا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ گرمی کے دنوں میں عرفہ کے روز روزہ سے تھیں گرمی اور تپش اس قدر تھی کہ سر پر پانی کے چھینٹے دیے جاتے تھے۔ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ آپ کے بھائی نے کہا کہ اس گرمی میں روزہ کچھ ضروری نہیں، افطار کر لیجیے، فرمایا کہ جب حضور ﷺ کی زبانی یہ سن چکی ہوں کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنا سال بھر کے گناہ معاف کرا دیتا ہے، تو روزہ کیسے چھوڑ دوں گی۔

دل میں خوف الٰہی تھا رقیق القلب بھی بہت تھیں، بہت جلد رونے لگتی تھیں۔ ایک دفعہ دجال کا خیال کر کے اس قدر رقت طاری ہوئی کہ رونے لگیں۔ ایک دفعہ کسی بات پر قسم کھالی تھی، پھر لوگوں کے اصرار پر ان کو اپنی قسم توڑنی پڑی، اور اگرچہ اس کے کفارے کے طور پر بہت سے غلام آزاد کئے لیکن دل پر اتنا گہرا اثر تھا کہ جب یاد کرتیں تو روتے روتے آنچل تر ہوجاتا ہے۔

پردہ کا بہت خیال رکھتی تھیں، اسحاق تابعی نابینا تھے، وہ خدمت میں حاضر ہوئے تو امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پردہ کیا، وہ بولے کہ مجھ سے کیا پردہ میں تو آپ کو نہیں دیکھ سکتا؟ فرمایا تم مجھے نہیں دیکھ سکتے میں تو تمہیں دیکھ سکتی ہوں۔۔۔ مُردوں سے پردہ نہیں لیکن ان کا کمال احتیاط تھا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے حجرہ میں دفن ہوئے تو وہ وہاں بے پردہ نہیں جاتی تھیں۔۔۔ رب کریم امت کی بیٹیوں کو امہات المومنین کے نقش قدم پر چلائے، ان کے اخلاق وعادات کو اپنانے کی توفیق عطا کرے۔۔۔ آمین

خودستائی سے پرہیز کرتی تھیں، اپنے منہ سے اپنی بالکل تعریف نہ کرتیں۔ عجز وخاکساری کے باوجود انتہا کی خود دار تھیں، آپ رضی اللہ عنہا کمال خودداری کے ساتھ انصاف پسند بھی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نہایت دلیر اور پُر دل تھیں، میدان جنگ میں آ کے کھڑی ہوجاتیں تھیں، راتوں کو اکیلے اٹھ کر قبرستان چلی جاتی تھیں۔ حضور ﷺ سے لڑائیوں میں شرکت کے لیے اجازت طلب کی، لیکن نہ ملی۔

دخترِ رسول حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بنت عبدالرحمن

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری اور حقیقی بیٹی ہیں جو سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے پیدا ہوئیں۔ سیدہ رقیہ نے بھی اپنی بقیہ بہنوں کے ساتھ اپنے والد گرامی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر نگرانی تربیت پائی اور سن شعور کو پہنچیں۔ ان کے والدین شریفین کی تربیت وہ اکسیرِ اعظم تھی جو ان کی آنے والی زندگی کے عمدہ کمالات کا باعث بنی۔

خواتین اسلام میں سب سے پہلے اسلام لانے والی اور خاتون اول، سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ؓ ہیں، ان کے ساتھ آپ کی صاحب زادیاں بھی ایمان لانے، پیغمبر اسلام اور اپنے بابا کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں پیش پیش رہیں۔

اسلام سے قبل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دستور زمانہ کے مطابق اپنی دو صاحب زادیوں (حضرت رقیہ وام کلثوم) کا اپنے چچا ابولہب کے بیٹوں سے انتساب نکاح کر دیا تھا۔ اور دیگر رسومات یعنی رخصتی وغیرہ ادا نہیں کی گئی تھیں۔ اسلام کا دور شروع ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا، وحی کا سلسلہ شروع ہوا اور ابولہب کی مذمت کی گئی تو ابولہب نے اپنے بیٹوں کو کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دلوا دی۔ اہلسنت کی کتب سے تو یہ ثابت ہے ہی لیکن اہل تشیع علماء نے بھی اس بات کو قبول کیا ہے۔

ہمشیرگان کو ابولہب کے لڑکوں کے طلاق دینے کے بعد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی سیدہ رقیہ کا نکاح سیدنا عثمان غنی ؓ سے کر دیا۔ حضرت ابن عباس ؓ کی روایت کے مطابق یہ نکاح حکم خداوندی پر ہوا۔ سیدنا علی المرتضیٰ ؓ، سیدنا عثمان غنی ؓ کے حق میں فرماتے ہیں کہ نبی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان ؓ کو ایک صاحبزادی نکاح کر کے دی، پھر اپنی دوسری صاحب زادی ان کے نکاح میں دے دی۔ (کنز العمال)

اللہ تعالیٰ نے سیدہ رقیہ بنت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حسن وجمال کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ سیدہ کا نکاح جب سیدنا عثمان ؓ سے ہوا تو اس دور کی قریش کی عورتیں ان پر رشک کیا کرتی تھیں، اور دونوں کے حسن وجمال کو ان الفاظ سے تعبیر کیا کرتی تھیں۔ ''انسان نے جو حسین ترین جوڑا دیکھا ہے وہ رقیہ اور ان کے خاوند عثمان ہے''۔

یہ اسلام کا ابتدائی دور تھا، مسلمانوں پر ہر طرح سے دباؤ ڈالے جا رہے تھے اور ظلم وتشدد کی حد پار کی جا رہی تھی، تو ان دنوں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نو آموز مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کا مشورہ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشورہ سے جن صحابہ ؓ کرام نے حبشہ ہجرت کی ان نفوس قدسیہ کے ساتھ سیدنا عثمان غنی ؓ اپنی زوجہ حضرت رقیہ ؓ ہمراہ تھے۔ اسی موقع پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: ''عثمان وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوط علیہ السلام کے بعد اپنے اہل عیال کے ساتھ ہجرت کی''۔ (البدایہ)

ہجرت کرنے کے بعد ایک عرصہ تک ان ہجرت کرنے والوں کے احوال معلوم نہ ہو سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر سخت پریشان تھے۔ اسی دوران قریش کی ایک عورت حبشہ سے واپس آئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے مہاجرین کے حالات معلوم کیے تو وہ کہنے لگی اے محمد! آپ کی بیٹی اور داماد کو میں نے دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کس حالت میں ہیں؟ کہنے لگی آپ کے داماد عثمان اپنی زوجہ کو سواری پر بٹھائے لے جا رہے تھے اور خود پیچھے سے سواری

کو ہانک رہے تھے۔اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائیہ جملہ فرمایا کہ:''اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مصاحب اور ساتھی ہو۔'' (البدایہ)

حبشہ سے مکہ واپسی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مدینہ ہجرت فرما چکے تھے تو دوسری مرتبہ اس معزز جوڑے نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اسی لیے ''ذوالہجرتین'' کے لقب سے ملقّب ہوئے۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے دو بچوں نے جنم لیا۔پہلا بچہ حبشہ میں پیدا ہوا جو ناتمام تھا۔وہیں پر دوسرے بچے نے جنم لیا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کنیت اسی نام سے ''ابوعبداللہ'' مشہور ہوئی۔ اہل سیر لکھتے ہیں حضرت عبداللہ تقریباً چھ برس کی عمر کو پہنچے تو ایک مرغ نے ان کی آنکھ میں ٹھونگ لگا کر زخمی کر دی۔جس کی وجہ سے ان کا چہرہ متاثر ہو گیا تھا پھر ٹھیک نہ ہوسکا اسی حالت میں اپنی والدہ محترمہ کے بعد چار ہجری مدینہ منورہ میں انتقال کر گئے۔

اہل سیر لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ کے انتقال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت زیادہ رنجیدہ ہوئے اور اس پریشانی کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ کو اٹھا کر گود میں لیا اور آپ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اپنے رحیم وشفیق بندوں پر رحم فرماتا ہے۔نماز جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود پڑھائی اور حضرت عثمان قبر میں اترے اور انہیں دفن کر دیا۔ (انساب الاشراف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی اور داماد کی خیر وخبر لینے کے لیے ان کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے تو سیدہ رقیہ اپنے خاوند حضرت عثمان کا سر دھو رہیں تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا بیٹی اپنے خاوند کے ساتھ اچھا سلوک رکھا کرو۔عثمان میرے اصحاب میں اخلاق میں میرے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔

مدینہ منورہ میں اقامت کے دوران غزوہ بدر کا معرکہ پیش

گریجویٹ

اسمال	نہیں	گریٹ	ہونا اچھا
دل ہونا	برا ہے	پیٹ	ہونا اچھا
پنڈت ہو کہ	مولوی ہو	دونوں	بے کار
انساں کو	گریجویٹ		ہونا اچھا

اکبر الہ بادی مرحوم

آیا۔مسلمان تیاری میں لگے ہوئے تھے کہ آپ کی لخت جگر سیدہ رقیہ اچانک بیمار پڑگئیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے داماد حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ رقیہ بیمار ہیں آپ ان کی تیمارداری کے لیے یہیں مدینہ میں مقیم رہیں۔حضرت عثمان کی خواہش شرکت کی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے عثمان! آپ کے لیے بدر میں شریک ہونے والوں کے برابر اجر ہے غنیمت میں حصہ بھی ہے۔'' (بخاری)

عین جنگ بدر کے موقع پر یہ غم ناک واقعہ پیش آیا کہ سرکار دوجہاں کی لختِ جگر حضرت رقیہؓ اس دار فانی سے دارالبقاء کی طرف کوچ کر گئیں (انا للہ وانا الیہ راجعون)

غزوہ بدر کی خوشخبری لے کر حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو حضرت سیدتنا رقیہ رضی اللہ عنہا کو دفن کرنے والے حضرات اپنے ہاتھوں سے مٹی جھاڑ رہے تھے۔

چند ایام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ پہنچے تو سیدھے جنت البقیع میں تشریف لے گئے، اور مدینہ منورہ کی عورتیں بھی جمع ہوگئیں اور سیدہ رقیہ پر رونے لگیں۔اس موقع پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھیں۔اپنی پیاری بہن کے غم میں قبر کے کنارے بیٹھ کر رونے لگیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک اور کپڑے سے حضرت فاطمہؓ کے آنسو صاف کیے اور انہیں صبر وسکون کی تلقین فرمائی۔ (ابوداؤد)

عکسِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا

محمد الیاس علوی سعودی عرب

خاتم النبیین محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی 4 بیٹیوں میں سب سے چھوٹی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ سے خاص محبت والفت تھی۔ آپکے کئی القابات میں سے سب سے معروف زہرا اور بتول ہیں۔ آپکی پیدائش مکہ مکرمہ میں بعثتِ نبوت کے بعد ہوئی۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت 41 برس تھی۔ آپ سیدہ خدیجہ کے شکم سے تھیں۔۔۔۔ سیدہ فاطمہ نبی کریم سے بہت مشابہت رکھتی تھیں۔ ام المومنین سیدہ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام وقعود (اٹھنے بیٹھنے) میں فاطمہ سے زیادہ مشابہت رکھنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے طور وطریق کی خوبی، اخلاق وکردار کی پاکیزگی، نشست وبرخاست، طرز گفتگو اور لب ولہجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہہ فاطمہ سے زیادہ کسی کو دیکھا ہی نہیں۔

سیدہ وہ خاتون ہیں جنہیں جگر گوشہ رسول کہا جاتا ہے، جن کے بارے میں پیغمبر اسلام نے فرمایا، فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس نے اسے تنگ کیا گویا اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، جس نے مجھے تکلیف پہنچائی گویا اس نے اللہ کو تنگ کیا، جس نے اللہ کو تنگ کرنے کی کوشش کی قریب ہے اللہ اسکا مواخذہ کرے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو لختِ جگر فاطمہ سے اس حد تک محبت والفت تھی کہ جب آپ رخصت ہوکر سیدنا علی المرتضیٰ ؓ کے آشیانے پر تشریف لے گئیں تو وہ حجرۃ الرسول سے کچھ فاصلے پر تھا اور نبی کریم سے انکی یہ دوری برداشت نہ ہوسکی، ایک دن سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ سے فرمایا: میری لختِ جگر، میری بیٹی اکثر مجھے تمھیں دیکھنے کے لیئے اتنا دور آنا پڑتا ہے، میں چاہتا ہوں تمھیں اپنے قریب ہی بلا لوں۔ سیدہ عرض کرتی ہیں کہ آپکے حجرے اور مسجد نبوی کے قرب وجوار میں حارثہ بن نعمان کے بہت سارے مکانات خالی ہیں وہ کوئی ایک مکان خالی کردینگے۔ نبی کریم ﷺ نے حارثہ کے سابقہ ایثار اور قربانیوں کی وجہ سے دوبارہ کسی چیز کا مطالبہ کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس فرمائی۔ چنانچہ جب حارثہ بن نعمان کو یہ خبر ملی کہ پدری محبت و الفت کی وجہ سے آپ فاطمہ کو قریب تر دیکھنا چاہتے ہیں تو بے تاب ہوگئے۔ دوڑتے ہانپتے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کی: میری جان و مال آپ پر قربان ہمارے سردار ہمارے آقا۔۔۔۔ اللہ کی قسم مجھے سب کچھ دیکر، سب کچھ لٹا کر آپکے پاس آپکی لختِ جگر کو بھیجنا، آپکے قریب کرنا زیادہ محبوب ہے، اس سے کہ میں کسی چیز کا مالک رہوں۔

آقا کی اِن سے محبت کا یہ عالم تھا نبی کریم صلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلَّم بھی اپنی لختِ جگر سے بہت محبت وشفقت کا معاملہ فرماتے اور ان

کو اپنی نشست پر بٹھاتے ۔ نیز آپ سفر سے واپسی پر سب سے پہلے سیدہ فاطمہ کے ہاں تشریف لاتے ۔ ایک موقع پر آپ صلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا: میری بیٹی فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جو چیز اسے بُری لگے وہ مجھے بُری لگتی ہے اور جو اسے ایذا دے وہ مجھے ایذا دیتی ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے طور و طریق کی خوبی، اخلاق و کردار کی پاکیزگی، نشست و برخاست، طرز گفتگو اور لب ولہجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ فاطمہ سے زیادہ کسی کو دیکھا ہی نہیں۔ آپ رفتار و گفتار میں، سیرت و کردار میں نبی کریم ﷺ کے عین مشابہہ تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج سے بڑھ کر اپنی اس لختِ جگر، خاتون جنت سیدہ فاطمہ ؓ سے راز و نیاز کی باتیں کیا کرتے تھے۔ عبادت گزاری میں نبی کریم ﷺ کی طرح قیام و سجود میں ہمہ تن گوش، قیام اللیل کی پابند اور دائم الصوم خاتون تھیں۔ مسجد نبوی کے قریب گھر تھا۔ اپنے بابا خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و مواعظات کو گھر میں سماعت فرماتی تھیں۔ ان میں عقوبت اور محاسبہ آخرت کے تذکرے سے رقت طاری ہوجاتی اور غش کھا کر گر جاتیں۔ گھر کے کام کاج میں تلاوت قرآن سے رطب اللسان رہتیں۔

حضرت حسن بصریؒ نے نقل کیا ہے کہ سیدہ رات بھر عبادت گزاری میں گزارتیں۔ جود و سخا کا یہ عالم تھا کہ خود بھوکی سو جاتیں مگر کسی سوالی کو گھر سے خالی واپس نہ کرتیں۔ ایثار میں اس مقام پر تھیں کہ اپنے شوہر سیدنا علی المرتضیٰؓ اور حضرات حسنین کریمینؓ کے لیے اپنے ہاتھوں سے کھانا بناتیں اور انہیں کھلانے کے بعد کچھ بچ جاتا تو تناول فرمالیتیں۔ سیدہ کی اس سیرۃ کو دیکھ کر حضرات حسنین پروان چڑھے، کہیں تو اپنے نانا کے کندھوں پر اور انکی آغوش میں پرورش فرما رہے تھے اور کہیں وہ گود بتول میں بچپن گزار رہے تھے، ان کی تربیت و سیرت کا اثر تھا کہ دشمن اسلام کے خلاف نکل کھڑے ہوئے، دیدہ دلیری سے مقابلہ کیا۔

نبوی کے قریب گھر تھا۔ اپنے بابا خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و مواعظات کو گھر میں سماعت فرماتی تھیں۔ ان میں عقوبت اور محاسبہ آخرت کے تذکرے سے رقت طاری ہوجاتی اور غش کھا کر گر جاتیں۔ گھر کے کام کاج میں تلاوت قرآن سے رطب اللسان رہتیں۔ جب آقا کریم صلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلَّم دنیا سے رخصت ہوئے تو حضور کی یاد اور فراق میں بے چین رہتیں، آخر کار حضور کی وفات کے 6 ماہ بعد 3 رمضان المبارک کو آپ بھی رخصت ہوگئیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء صاف گو انسان تھیں۔ محبت والفت میں آپ اپنے بابا کی طرح کا طرز رکھتی تھیں۔ اپنی ماوں ازواجِ مطہرات سے تعلق نہایت محبت بھرا تھا، ایک بار اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے سوال کیا: حضور کو کون زیادہ محبوب تھا؟ فرمایا: فاطمہ، پوچھا مَردوں میں۔۔۔؟ فرمایا: ان کے شوہر آپ نے یہ نہ فرمایا کہ حضور کو سب سے زیادہ پیاری میں تھی اور میرے بعد میرے والد بلکہ جو آپ کے علم میں حق تھا وہ صاف صاف کہہ دیا اگر یہی سوال حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ہوتا تو آپ فرماتیں کہ حضور صلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو زیادہ پیاری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں پھر ان کے والد۔

جب آقا کریم صلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلَّم دنیا سے رخصت ہوئے تو حضور کی یاد اور فراق میں بے چین رہتیں، آخر کار حضور کی وفات کے 6 ماہ بعد 3 رمضان المبارک کو آپ بھی رخصت ہوگئیں۔ اس دار الفناء سے دار البقاء چلی گئیں۔۔ خلیفہ بلافصل امیر المؤمنین حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اور آپکا مدفن جنت البقیع بنا۔

اپنے بچوں کی فکر کیجیے۔۔۔۔!!

نائب رئیس دارالعلوم کراچی مفتی زبیر اشرف عثمانی صاحب کا کراچی ایم ایس او کے یوم تاسیس وفضلاء سیمینار سے پر مغز خطاب

ضبط وتحریر، راجہ وسیم صدیقی

★ ★ ★ ★ ★ ★

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ اللہ رب العزت کا احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مذہبی اجتماع سے وابستگی نصیب فرمائی اور شرکت کا موقع عطا فرمایا۔ اور مجھے یہ جان کر بھی بڑی خوشی ہوئی، پہلے بھی میں ان کے ایک دو اجتماع میں شریک ہوا جو ملک کے دوسرے شہروں میں تھا کہ جس طریقے سے MSO کا تعلیم وتربیت کا پروگرام ہے اور جس طرح ملک میں ماشاء اللہ محنت کرتے ہیں۔ اسی سلسلے کی آج یہ ایک تقریب ہے۔ جو تین سو طلباء کے دستار بندی کا پروگرام ہے۔ ماشاءاللہ یہ بڑی خوش آئین بات ہے کہ مختلف میدانوں میں کام کرنے والا یہ ادارہ بڑی کامیابی کے ساتھ بڑی محنت اور جفاکشی کے ساتھ اپنے مشن کو لیکر چل رہا ہے۔ پورے ملک کے مختلف تعلیمی اداروں اور مختلف پروگراموں میں ان حضرات کی شمولیت ہوتی ہے۔

میری دعا ہے ان کے جتنے بھی مذہبی پروگرام ہیں، تعلیمی پروگرام ہیں، تربیتی پروگرام ہیں، ان تمام پروگراموں میں اللہ تعالیٰ ان کی مدد ونصرت فرمائے اور ان کو مزید ترقی عطا فرمائے اور ہمارے ملک کے گوشے گوشے میں اللہ تعالیٰ دینی تعلیم وتربیت دنیوی تعلیم وتربیت کا انتظام فرمائے۔ یہ اجتماع اہل علم کا ہے اور مختلف فیلڈ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا اجتماع ہے میں دو تین باتیں اپنے ساتھیوں سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہماری شناخت، ہماری پہچان وہ دین اسلام ہے۔ اور یہ دین یہ اسلام اللہ رب العزت نے ہمیں بغیر کسی قربانی کے، بغیر کسی مشقت کے بس اپنے فضل سے پہنچا دیا۔ اور ہم مسلمان ماں باپ کی گود میں آئے، ان کی آغوش میں پلے بڑھے تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو دین سے بھی وابستہ فرما دیا۔ قربانی دینے والے تو صحابہ کرامؓ ہیں یا جنھوں نے دین کی خاطر مختلف قربانیاں دیں قربانیاں تو ان کی ہیں۔ ہم تو بغیر کسی قربانی کے، بغیر کسی محنت کے اللہ رب العزت نے بہت آسانی کے ساتھ ہم کو دین سے وابستہ کر دیا اور ہمیں دینی تعلیم سے روشناس کرا دیا۔ یہ اللہ رب العزت کا کرم اور احسان ہے۔ تو ہماری شناخت دین اسلام ہے۔ دنیا سے ہمارا جھگڑا اسلام کی بنیاد پر ہی تو ہے۔ دنیا ہمیں ناپسند کرتی ہے اسلام کی بنیاد پر۔ دنیا ہماری اس دینی تعلیم کو، ہمارے اس تربیتی نظام کو جو ''قال اللہ وقال الرسول'' کی بنیاد پر ہے دنیا کو اسی سے تو اختلاف ہے۔ ورنہ کیا اختلاف ہے؟ آج افغانستان میں آپ دیکھیے کتنی بڑی جنگ لڑی گئی۔ بیالیس سال افغانستان میں جنگ لڑی گئی۔ 79 سے لیکر روس کے ساتھ۔ 2001 سے لیکر 2021 تک یا 2022 تک امریکہ کے ساتھ۔ یہ جھگڑا کس بنیاد پر تھا؟ کوئی مال ودولت کا جھگڑا تھا؟ جھگڑا جو تھا وہ تو اللہ اور اس کے رسول کے نام اور دین کا جھگڑا تھا۔ کشمیر میں اتنی قربانیاں دی جا رہی ہیں اور آج سے نہیں جب سے ہم نے ہوش سنبھالا کشمیر کا قضیہ سن رہے ہیں۔ یہ جھگڑا کس بنیاد پر تھا وہ دین کی بنیاد پر تو ہے۔ کلمہ کی بنیاد پر تو ہے۔ آج غزہ میں جو صورتحال ہے پوری دنیا اس سے واقف ہے۔ کیا مسلمانوں کے ساتھ زمانہ دراز سے ظلم وستم نہیں ہوتا آیا اور آج تک وہ ظلم وستم ہو رہا ہے صورتحال آپ کے سامنے ہے۔ جھگڑا کلمے کی بنیاد پر تو ہے، جھگڑا دین کی بنیاد پر تو ہے۔ یہی حال عراق،

لیبیا میں یہی حال دنیا کے دوسرے ملکوں میں۔ کہ جب ہماری شناخت اسلام ہے، ہماری شناخت دین ہے قال اللہ قال الرسول ہے۔تو میرے بھائیو! میرے ساتھیو! ہماری اس شناخت کے اوپر کوئی اثر نہیں پڑنا چاہیے، ہماری یہ شناخت کم نہیں ہونی چاہیے۔آج ہماری یہ شناخت تعلیمی اداروں میں ختم کی جارہی ہے۔ ہماری یہ شناخت ہمارے تعلیمی اداروں میں مٹانے کی کوشش ہورہی ہے۔ ہمارے نوجوان لڑکوں کو،لڑکیوں کو اسی شناخت سے دور کیا جارہا ہے۔ان کو کلمے سے، کلمے کی تعلیم سے دور کیا جارہا ہے۔ کہنے کو وہ مسلمان گھرانے میں ضرور پیدا ہوئے لیکن جن مسلمان بچوں اور بچیوں کو لڑکوں اور لڑکیوں کو یہ معلوم نہ ہو کہ کلمہ کیا ہے، جن کو یہ معلوم نہ ہو اس کے تقاضے کیا ہیں، جن کو نبی علیہ السلام کی تعلیمات کا پتا نہ ہوتو وہ پھر شناخت ہماری کہاں چلے گی۔ پھر یہی افراد جب دنیا کے دوسرے ملکوں میں مائگریٹ ہوتے ہیں۔ دنیا کے مختلف ملکوں میں تعلیم کیلئے جاتے ہیں۔ وہی ان کی شادیاں وہاں کے مقامی لڑکیوں سے یا لڑکوں سے ہوجاتی ہے تو آگے کی ساری نسل کا اتا نہ پتا کہ وہ ہندوؤں بن گئی، عیسائی بن گئی، یہودی بن گئی، یا کیا؟

> ہماری شناخت (اسلام) کو مٹایا جارہا ہے۔غم اس بات کا ہے کہ اس شناخت کے مٹانے میں ہمارے مسلمان ماں باپ کا برابر کا کردار ہے۔ان کو پرواہی نہیں ہے۔ان کو فکر ہی نہیں ہے کہ دینی شناخت کہتے کس کو ہیں؟ دینی شناخت کس کس چیز کا نام ہے۔آج ہم کہتے ہیں کہ دنیا میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ضرور پھیل رہا ہے۔لیکن ایک بڑی تعداد لوگوں کی وہ ہے جو مرتد ہوکر اسلام چھوڑ رہی ہے، دین سے بھاگ رہی ہے۔ان میں بھاری اکثریت ان لوگوں کی ہے جن کی بچپن سے تعلیم وتربیت اس ماحول میں ہوئی جو دین بیزاری کا ماحول ہے، دین سے دوری کا ماحول ہے۔

میرے بھائیو! ہماری شناخت مٹائی جارہی ہے اور غم اس بات کا ہے، فکر اس بات کی ہے، افسوس اس بات کا ہے کہ اس شناخت کے مٹانے میں ہمارے مسلمان ماں باپ کا برابر کا کردار ہے۔ان کو پرواہ ہی نہیں ہے۔ان کو فکر ہی نہیں ہے کہ دینی شناخت کہتے کس کو ہیں، دینی شناخت کس کس چیز کا نام ہے۔آج بڑی تعداد میں دنیا کے اندر ہم کہتے ہیں اسلام پھیل رہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ضرور پھیل رہا ہے۔لیکن ایک بڑی تعداد لوگوں کی وہ ہے جو مرتد ہورہی ہے، اسلام چھوڑ رہی ہے، دین سے بھاگ رہی ہے۔ان میں بھاری اکثریت ان لوگوں کی ہے جن کی بچپن سے تعلیم وتربیت اس ماحول میں ہوئی جو دین بیزاری کا ماحول ہے، دین سے دوری کا ماحول ہے۔میرے کتنے ساتھی ہیں، باہر کتنے ایسے لوگوں سے میری ملاقات ہوئی جن کو میں نے دیکھا کہ وہ مسلمان نہیں ہیں لیکن ہمارا حلیہ دیکھ کر وہ ہمارے پاس آئے اور انھوں نے کہا ”سبحان اللہ ،الحمدللہ“ میں سمجھا کہ مسلمان ہیں۔میں نے ان سے بات کی تو نہ ان کو عربی آتی ہے، نہ انگلش۔ اپنی مقامی زبان بولتے تھے۔تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے یہ جملے کہا سے سیکھے تو اس نے کہا کہ میری ماں عرب تھی وہ یہاں پڑھنے کے لیے آئی یورپ میں۔اور اس نے یہاں مقامی کسی مرد سے شادی کی اور اب ہمیں کچھ نہیں پتا ہمارا مذہب کیا ہے۔یہ ایک گھرانہ نہیں ہے۔میرے ایک دوست ہیں باہر رہتے ہیں امریکہ میں۔وہ میرے سے کہنے لگے ایک مرتبہ میں کہیں سفر کررہا تھا۔سفر کے دوران جب میں نے قرآن پاک کھولا۔اس دن میں نے تلاوت نہیں کی تھی۔تو میری برابر والی نشست پر ایک خاتون بیٹھی تھی اس خاتون

نے مجھے جب قرآن پاک پڑھتے ہوئے دیکھا تو اس عورت نے مجھ سے کہا کہ میری ماں بھی اس طرح کی ایک کتاب پڑھا کرتی تھی۔

تو کہیں ماضی کے اندر اباؤ اجداد ان کے مسلمان رہے، لیکن حالات میں بہے اور کہیں سے کہیں پہنچ گئے۔ یہ کہانی ایک دو کی نہیں ہے۔ یہ کہانی ہزاروں کی تعداد پر خاندانوں کی ہے، ان لوگوں کی ہے، جن کے اباؤ اجداد مسلمان تھے۔ اور وہ کسی بھی حوالے سے مختلف ملکوں میں چلے گئے۔ اپنے مذہب کا ان کو پتا نہیں، اپنے دین کا پتا نہیں، اپنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیمات کا پتا نہیں، اور مختلف ماحولوں میں، یونیورسٹیوں میں ہو کر جب ان کی شادیوں کے مرحلے آئے جہاں انھوں نے شادیاں کیں۔ اس کے بعد انھوں نے ایسے غیر مذہب لوگوں میں شادیاں کیں جو ویسے بھی درست نہیں تھا پھر اگلی نسل میں اسلام ختم ہو چکا ان کا۔

ہماری شناخت اسلام ہے۔ میں اپنے ساتھیوں سے یہی عرض کرتا ہوں تمام کالج، یونیورسٹیوں کے طلباء سے یہی بات کہتا ہوں کہ اپنی اس شناخت پر کسی قیمت پر حرف نہ آنے دیں۔ اس پر کوئی سمجھوتا نہیں ہوگا۔ دنیا اور آخرت کی کامیابی اللہ رب العزت نے دین اسلام میں، شریعت کے ماننے میں، کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ" میں رکھی ہے۔ دنیا کے اندر تو مشکلات آتی ہیں۔ کبھی کسی قوم پر آتی ہے، کبھی کسی ملک پر آتی ہے لیکن ان مشکلات سے نکلنے کا حل بھی اللہ رب العزت نے دیا۔ اس لیے پہلی چیز اپنے تعلیمی اداروں میں، اپنے گھروں میں، اپنے گردوپیش میں یہ ہے کہ ہم اسلام اور دین کے اوپر کوئی سمجھوتا نہیں کریں گے۔ کوئی میرا بھائی، کوئی میری بہن اگر ملک سے باہر پڑھنے جائے تو اس بات کا پورا اہتمام کرے کہ اگر وہاں کی ڈگری لینی ہے تو یہ نہ ہو کہ اپنا اسلام داؤ پہ لگ جائے۔ میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ علیہ ان کی ایک کتاب اسی موضوع پر ہے کہ "غیر مسلم ممالک میں مسلمان کس طرح رہیں" یہ ان کی کتاب کا عنوان ہے انھوں نے کئی اس کے اندر چیزیں لکھیں ہیں کہ کس طریقے سے رہنا چاہیے۔ اور اپنے ملک میں رہیں تو اپنے ملک میں بھی کوئی دینی حالات اتنے اچھے نہیں ہیں۔ ہمارے تعلیمی اداروں میں "فیزن" بے تحاشا پھیل رہا ہے۔ دہریت بے تحاشا پھیل رہی ہے۔ تو بنیادی چیز ہمیں اسلام سے جڑنا ہے، بنیادی چیز اسلامی تعلیمات سے جڑنا ہے۔ اس کے لئے ہم تعلیمی اداروں سے، مذہبی اداروں سے، مذہبی شخصیات سے، مذہبی کتابوں سے، اپنا تعلق رکھے۔ انشاء اللہ العزیز آپ دیکھیے گا کہ آپ کے اوپر کوئی فرق نہیں آنا۔ اور اگر ہم نے اپنے آپ کو بالکل کٹی ہوئی پتنگ کی طرح چھوڑ دیا کہ دینی تعلیمات ہماری کچھ نہیں، ہمارا مذہبی کوئی بیک گراونڈ نہ ہو، کوئی تعلق نہ ہو تو یاد رکھیے ایک وقت آئے گا کہ ہمارا بہت سارا نقصان ہو چکا ہوگا۔ آج اسی چیز کو ہم دیکھ رہے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ ایم ایس او کے تعلیمی سلسلے میں تعلیم ہے، تربیت کا ایک بہت بڑا حصہ ہے وہ چیز ہے تربیت کا نظام۔ تربیت: ہر انسان کو کس طریقے سے رہنا چاہیے، کس طریقے سے اس کو زندگی گزارنی چاہیے، کن اصولوں کی پابندی کرنی چاہیے، یہ اسلام تربیت کے حوالے سے کیا کہتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں جو فرائض منصبی بیان فرمائے "ویزکیھم" ان میں سے ایک کام نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا تربیت تھا۔ جو تربیت کا نظام بنایا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو تربیت دی۔ کیسے لوگ تھے صحابہ کرامؓ جب تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اور وہ صحابہ کرامؓ جب تک اسلام کی روشنی سے منور نہیں ہوئے تھے اس وقت تک کہ وہ جو اپنے حالات بتاتے ہوئے عجیب وغریب تھے اور جب اسلام کی دولت ملی تو وہ ایک ایک صحابی اتنا بڑا دین کا پیغامبر بنا، اتنا بڑا دین کا پھلانے والا بنا کہ پوری دنیا میں جہاں جاتے تھے لوگ ان کو دیکھ کر ایمان لاتے تھے۔ تو تربیت بنیادی چیز ہے کہ

ہماری تربیت ہو، نوجوانوں کی تربیت ہو، بچوں کی تربیت ہو۔ یہاں جو ماں باپ ہیں وہ اپنے بچوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دیں جس کا آج ہمارے معاشرے میں سخت فقدان ہے۔ ہمارے ہاں تعلیم تو ہے، بڑی بڑی ڈگریاں ہیں، لیکن تربیت کا فقدان بہت زیادہ ہے جس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے، ہمارے ملک کا جو حال بنا ہوا ہے وہ تربیت کی کمی سے تو ہے، دین کی کمی سے تو ہے۔ اسی سسٹم سے بڑے ہو کر کچھ لوگ آگئے اور انھوں نے ''زمام کار'' سنبھال لی، کوئی عدالتوں میں چلے گئے، کوئی اسمبلیوں میں پہنچ گئے، کوئی حکومتوں میں چلے گئے، کچھ تجارت کے میدان میں آگئے لیکن چونکہ پیچھے تربیت کا فقدان تھا، کلمے کی محنت کم تھی، اسلام کی تعلیمات ان کے اندر نہیں تھیں، نتیجہ یہ ہوا جو کھیل بکھیڑا آپ کے سامنے ہے۔ میرے بھائیو! سب سے بنیادی چیز انسان کی وہ تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تربیت ہے۔

آخری بات میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ نوجوان بچوں اور طلباء کا اجتماع ہے۔ پاکستان اللہ رب العزت کی عظیم الشان نعمت ہے۔ اور یہ ملک اللہ رب العزت نے ہم کو عطا فرمایا بڑی قربانیوں سے۔ اس کی بنیادوں میں بے شمار شہداء کرام کا خون ہے، بے شمار انسانوں کی قربانیاں ہیں۔ اور اسطرح اللہ رب العزت نے ہمیں یہ ملک دیا کہ دنیا کی ساری اچھائیاں اس ملک میں جمع کر دیں۔ خرابی تو ہمارے اندر ہے کہ ہم اپنے ملک کا دفاع صحیح نہیں کر پا رہے، اپنے ملک کو سنبھال نہیں پا رہے۔ مسائل ہیں، یہ مسائل میرے اور آپ کے ہیں، ہمارے پیدا کردہ ہیں، ہمیں میں سے کچھ لوگ ان مسائل کو اٹھا لیتے ہیں، ہمیں میں سے کچھ لوگ اس کو بگاڑ لیتے ہیں۔ اپنے ملک کو ٹھیک کرنا، اپنے ملک کو سنوارنا، اپنے تعلیمی اداروں کو سنبھالنا، یہ ہمارا فرض منصبی ہے۔ اپنے ملک کو چھوڑنا، بھاگنا یہ کسی اچھے لوگوں کا کام نہیں ہوتا کہ ملک کو چھوڑ کر بھاگ جائیں۔ ملک کو چھوڑ کر جائیں گے تیسرے درجے کے شہری بنے گے۔ ہمیں یہ عزم کرنا ہے کہ ہمیں اپنے ملک میں رہنا ہے، اپنے ملک کو سنبھالنا ہے اور یہ ملک اللہ رب العزت نے اسلام کے نام پر دیا۔ دنیا کے اندر دو ملک ہیں جو نظریاتی بنیادوں پر قائم ہوئے باقی سارے ممالک کوئی جغرافیائی تقسیم سے وجود میں آگیا کوئی علاقائی خاندان در خاندان چلا آگیا کسی کی کوئی تاریخ ہے کسی کی کوئی تاریخ ہے امریکہ ''کولمبو'' سے دریافت کر لیا۔ پاکستان وجود میں آیا ایک نظریے کی بنیاد پر وہ نظریہ کیا ہے کلمہ طیبہ * لا الہ الا اللہ * یہی تو جھگڑا ہے پوری دنیا سے ہمارا اور جھگڑا کیا ہے؟ کیوں پاکستان کو کوئی ٹرپنے نہیں دیتا اس لیے کہ نظریاتی ملک ہے۔ ایک پاکستان نظریاتی ملک ہے جو نظریے کی بنیاد پر قائم ہوا اور ایک اسرائیل ہے جو نظریے کی بنیاد پر قائم ہوا۔ یہ دنیا کے خطے میں دو ملک ہیں جو نظریاتی بنیادوں پر قائم ہوئے۔ اس ملک کو چھوڑ کر کہا جائیں گیں۔ ہمیں اس ملک میں رہنا ہے، اس ملک کو بنانا ہے، اس ملک کو ترقی دینی ہے۔ آج ہمارے ہاں ایک فیشن بنا ہوا ہے ملک چھوڑ کر بھاگنے کا جس کو دیکھو وہ ملک سے بھاگ رہا ہے اور یہ دماغوں کے اندر ہے کہ جہاں جا کر اترے گے وہاں نوٹوں کی بارش شروع ہو جائی گی اور زندگی کے سارے مراحل طے ہو چکے ہوں گے۔ ایسا نہیں ہوتا۔ یہ ہم احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔ ہمارے بہت سارے ساتھی جو ملک سے باہر ہیں وہ آکر غلط رخ پیش کرتے ہیں کہ جناب وہاں یہ ہو رہا ہے وہاں وہ ہو رہا ہے۔ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جو عزت اللہ نے ہمیں اپنے ملک میں دی، جو عزت اللہ نے ہمیں اپنے وطن میں دی، جو عزت اللہ نے ہمیں اپنے گھر میں دی، وہ عزت آپ کو باہر نہیں مل سکتی۔ پھر نسلوں کا پتا نہیں، بچوں کا پتا نہیں کہ ہمارے بچے بڑے ہو کر کس رخ پر جائیں گے۔

بقیہ: ایم ایس او، امید کی کرن

پورے عالم اسلام کی انقلابی تحریکوں پہ اس کا اثر ہے، فلسطین، لبنان، اردن، ترکی، افغانستان اور پاکستان کی جماعت اسلامی۔ میری تمنا ہے کہ یہ گلِ سر سبد عہدہ و مناصب کی تمناؤں کے جھمیلوں سے بالا ہو کر اخلاص کی دولت سے سیراب ہو، میری دعا ہے کہ مطامع سے بلند ہو کر للّٰہیت سے معطر ہو کے اپنے نصب العین سے شاداب ہو۔

امت مسلمہ کی مظلوم بیٹی

عدیل معاویہ

1972 میں روشنیوں کے شہر کراچی میں پیدا ہونے والی ڈاکٹر عافیہ صدیقی بیک وقت اعلیٰ تعلیم یافتہ، حافظ قرآن، دینی علوم پر دسترس اور بہترین تقریری اور تحریری صلاحیتوں کی حامل ہیں۔ گلستان شاہ لطیف اسکول سے لیکر MIT اور Brandeis جیسی امریکہ کی بہترین جامعات سے Ph.D کی ڈگری حاصل کی۔ ایجوکیشن میں Ph.D مقالے کا موضوع ''ابتدائی عمر میں بچوں کی ذہنی نشوونما'' تھا۔ 1990ء میں اسٹوڈنٹ ویزا پر مزید تعلیم حاصل کرنے امریکہ کی ریاست ٹیکساس گئیں جہاں پہلے ہی ان کا بڑا بھائی آرکیٹیکچر کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی نے اپنی ریسرچ کی وجہ سے امریکہ میں پانچ ہزار ڈالر کا انعام بھی حاصل کیا۔ 1995ء میں انہوں نے ایک سائنس دان امجد محمد خان سے شادی کی، جس سے ان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی نے مہلک ہتھیار تیار کرنے کا فارمولا ایجاد کیا جو آج تک ان سے کوئی بھی معلوم نہ کر سکا۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی وہ پاکستان یا عالم اسلام کی بھلائی کے لیے استعمال کرنا چاہتی تھیں جبکہ امریکہ چاہتا تھا کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی یہ فارمولا انہیں دیدے جس کیلئے ڈاکٹر عافیہ صدیقی نے صاف انکار کر دیا کیونکہ انہیں خدشہ تھا کہ امریکہ ان کا فارمولا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال کرے گا۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی تعلیم اور تحقیق امریکہ میں مکمل ہوئی تھی اس لئے وہاں کے سائنس دان اس ریسرچ سے واقف تھے جس کی بنا پر انہوں نے ایف بی آئی کو رپورٹ کر دی کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے پاس ایسی ریسرچ ہے جو اگر پاکستان کے ہاتھ لگ گئی تو وہ اسے امریکہ کے خلاف استعمال کرے گا۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی 2002ء میں پاکستان واپس آ گئیں مگر افسوس اس وقت پاکستان نے ان کا ساتھ نہ دیا۔

ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو 2003ء میں اُن کے گھر سے نامعلوم لوگوں نے اُٹھا لیا۔ یہ پرویز مشرف کا زمانہ تھا۔ جنہوں نے بعد ازاں اعتراف کیا تھا کہ اُنہوں نے امریکہ کو مطلوب افراد پکڑ کر ڈالروں کے عوض امریکہ کے حوالے کیے۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو اغوا کیا گیا تو ان کو کافی عرصہ بگرام کی خفیہ جیل میں رکھا گیا۔ وہاں سے جب کوئی قیدی رہا ہوتا تو وہ باہر آ کر کہتا کہ جیل میں ایک خاتون کی چیخوں کی آواز گونجتی ہے۔ یکم اگست 2008 کو لارڈ نذیر احمد، جو برطانیہ کے ہاؤس آف لارڈ کے ممبر ہیں، کے لندن میں پاکستانی سفارت خانے کے باہر ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی گرفتاری پر احتجاج سے عافیہ صدیقی کی بگرام کے خفیہ ترین قید خانے میں موجودگی منظر عام پر آئی۔ جس سے ہر طرف ہلچل مچ گئی۔ 8 اگست 2008ء کو ایشین ہیومن رائیٹس کمیشن نے بند آنکھوں، سوجے ہونٹوں اور ٹوٹی ناک کے ساتھ سکڑ سمٹ کر لیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی تصویر جاری کر دی۔ تصویر سے برسوں کا جسمانی تشدد صاف عیاں تھا۔ اس کے بعد پینٹا گون نے ہتھیار ڈال دیئے اور قیدی نمبر 650 کی موجودگی کا اعتراف کیا مگر کہا کہ وہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی نہیں بلکہ کوئی اور خاتون تھی جس کو اس کے ملک واپس بھیج دیا گیا ہے۔ بگرام سے رہا ہونیوالے ایک قیدی کو ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی تصویر دکھائی گئی تو اس نے یقین کے ساتھ اقرار کیا کہ یہی خاتون قیدی نمبر 650 ہیں۔ اس نے بتایا کہ سزا اور تشدد کے ساتھ ساتھ اس قیدی کی بے حرمتی بھی کی گئی۔

افغانستان کی جیل میں فوجی اہلکاروں نے عافیہ پر دو گولیاں چلائیں اور علاج کے بہانے انہیں امریکہ بھیج دیا۔ جہاں ان پر من گھڑت الزامات لگا دیئے گئے اور ستمبر 2010ء میں جج برمن نے عافیہ کو چھیاسی

سال کی سزا سنادی۔ جس وکیل نے ڈاکٹر فوزیہ صدیقی (ڈاکٹر عافیہ کی بہن) اور سینیٹر مشتاق احمد خان کی ڈاکٹر عافیہ صدیقی سے ملاقات اور اس کی رہائی کے طریق کار کی طرف رہنمائی کی۔ وہ برطانیہ سے تعلق رکھنے والے کلائیو سٹیفورڈ سمتھ ہیں جو امریکہ میں انسانی حقوق کی پامالی کے نتیجے میں گوانتاناموبے جیسے عقوبت خانوں سے بے قصور قیدیوں کی رہائی کیلئے کسی مالی منفعت کے بغیر اُن کے مقدمات لڑتے ہیں۔ وہ بنیادی حقوق کی محافظ کئی تنظیموں کے رکن رہے ہیں۔ عافیہ کے وکیل کی حیثیت سے ڈاکٹر فوزیہ اور سینیٹر مشتاق احمد کے ہمراہ وہ فورٹ ورتھ کی جیل گئے اور انہوں نے عافیہ سے اسکی رہائی کیلئے صلاح مشورہ کیا۔ پہلے ڈاکٹر فوزیہ (بہن) کی ملاقات ڈاکٹر عافیہ صدیقی سے کروائی گئی۔ 20 برس کے دوران عافیہ سے ان کے خاندان کے کسی فرد کی یہ پہلی ملاقات تھی۔ کازویل جیل میں ہونے والی اس ملاقات میں دونوں بہنوں کے درمیان موٹا شیشہ حائل تھا، وہ ایک دوسرے سے گلے بھی نہ مل سکیں، جیل کے مٹیالے لباس میں ملبوس عافیہ کا اوپر کا ایک دانت نہیں تھا، ٹھیک طرح سے سن بھی نہیں پا رہی تھیں، انہیں ان کے بچوں کی تصاویر دکھانے کی اجازت بھی نہ دی گئی، برسوں کی قید تنہائی اور تشدد کے صدمہ کے باعث ڈاکٹر عافیہ صدیقی بات بھی مشکل سے کر پا رہی تھیں، پھر پہاڑ جیسی استقامت رکھنے والی ڈاکٹر عافیہ صدیقی بولیں: ''میں اپنے والد، والدہ، آپ (بہن ڈاکٹر فوزیہ) اور بچوں کو روزانہ کئی بار یاد کرتی ہوں'' ملاقات کا وقت ختم ہو گیا تو ڈاکٹر فوزیہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ واپس آ گئیں۔

31 مئی 2023ء کے روز سینیٹر مشتاق احمد نے ڈاکٹر کی موجودگی میں ڈاکٹر عافیہ سے تین گھنٹے طویل ملاقات کی۔ مشتاق خان کی آبزرویشن کے مطابق ڈاکٹر عافیہ کی بچپن کی یادداشت بڑی حد تک برقرار ہے۔ سینیٹر مشتاق نے قرآن پاک کی چند آیات تلاوت کیں تو عافیہ نے انہیں مکمل کیا مگر وہ کہیں کہیں بھول جاتی تھی۔ ڈاکٹر عافیہ شاہنامہ اسلام اور سیرت مصطفی ﷺ پر بھی بڑے ذوق سے بات کرتی رہی مگر بار بار اُنکا حافظہ ساتھ چھوڑ جاتا تھا۔ وہ اپنی بہن ڈاکٹر فوزیہ اور سینیٹر مشتاق احمد کے ساتھ جیل کا ذکر جہنم کہہ کر کرتی رہیں۔ وہ بار بار بلک بلک کر کہتی رہیں کہ خدارا! مجھے اس جہنم سے نجات دلائیں۔

امت مسلمہ کی یہ بیٹی کسی محمد بن قاسم کی راہ دیکھ رہی ہے۔ لیکن ہمارے حکمران صرف اپنی سیٹ بچانے کی سیاست میں مگن ہیں۔ عملی طور پر امت کی اس عظیم بیٹی کی رہائی اسی صورت میں ممکن ہے جب ریاست ریاست سے بات کرے لیکن ہر بننے والی حکومت انتخابات سے پہلے وعدے کر کے انتخابات کے بعد اس بات کو ایسے بھلا دیتی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں لیکن یہ وعدے بھی پرانے ہو گئے اب تو حکمران برادری نے امت کی اس عظیم بیٹی کے تذکرے کو بھی چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو وہ غیرت دے جو عافیہ کی رہائی کے لیے کوشش کر سکیں۔ آمین

❁❁❁

بقیہ: اسلام کا نظریہ تعلیم

تو اس کا قصوروار بھی آپ کا مغرب ہے۔ ماضی میں مسلمانوں کا عروج تھا جس میں نظام تعلیم کو بنیادی عمل دخل تھا اور اس نظامِ تعلیم کی اساس مذہب یہی قرآن و سنت تھی۔ اہل مغرب آج مذہب کو جدا کر کے آکسفورڈ، کیمبرج کے نصاب کو دنیا کی تعلیمی ترقی کا کریڈٹ دیتے ہیں۔ حالانکہ اسلامی تاریخ میں آج بھی مصر کی جامعہ ازہر، تیونس کی زیتونہ اور مراکش کی جامعہ القرویین کے نشان موجود ہیں۔ جس میں خالص اسلامی تصور کے مطابق نظام تعلیم رائج تھا اور تمام شعبہ ہائے زندگی کے متعلق ڈیپارٹمنٹ قائم تھے۔ محققین کے مطابق میڈیکل اور دیگر ڈیپارٹمنٹ میں جو اصول پڑھائے جاتے ہیں، مغرب کی یونیورسٹیز میں وہ مسلم سائنسدانوں کی ریسرچ کو اپنی زبان میں منتقل کر کے پڑھائے جا رہے ہیں۔

❁❁❁

ایم ایس او، امید کی ایک کرن

مفتی شکیل احمد پی ایچ ڈی اسکالر اسلام آباد

تصور سے تطور کے مرحلے کے بڑے جانگسل اور کٹھن ہوتے ہیں، ابتداء سے ارتقاء کی منزلیں تمام تر ذہنی اور بدنی قوتوں کو نچوڑ نچوڑ دیتی ہیں، ہر لمحہ نئے مسائل کا پیش خیمہ ہوتا ہے، اور ہر آنے والا دن مشکلات کی ایک نئی کائنات کے ساتھ طلوع ہوتا ہے، اور جب نئے عالی دماغوں میں، چھولو آسمان،، کی جِدّتیں قلب وجگر میں انگڑائیاں لینے لگ جائیں تو سکونِ حیات بھی تج جاتا ہے، نئی تانتی کو وقت کے آزاد ماحول سے ملاح کی طرح ساحل آشنا کر کے علم وعمل کے حسین سانچے میں ڈھالنا کارِ دارد ہے۔

دینِ اسلام کی فطرت ''اتنا ہے ابھرے گا، جتنا کہ دبائیں گے'' کے مظاہر چودہ صدیوں پہ محیط نظر آتے ہیں، اور اس کا ایک حسین مظہر اس عہد جدید کے جلو میں جلوہ افگن ہے، جہاں جِدت طرازیاں اپنی انتہا پہ ہیں، اس دور کے مطابق ''رجال العصر'' کی تیاری ایک مذہبی فرض بھی ہے اور اس صدی کا قرض بھی، آج کا بویا ہوا بیج کل کا تنا آور شجر باثمر ہوگا، حال وحاضر کی ملائم کونپلیں مستقبل کی شاداب، خوشنما اور مضبوط ٹہنیاں ہیں، جن پہ جوانیوں کے طیورِ نواسنج گنگنائیں اور مسکرائیں گے، اور جذباتِ نو اپنے جذبات کی تسکین کرسکیں گے۔

نیا زمانہ اپنے تقاضوں کی نئی صبح وشام لیکر نمودار ہوتا ہے، افق کی سرخی اپنے تمامی جلووں میں جدید ذہنوں میں سوالات کا ایک جہاں لیے ظہور وغیاب کا سفر طے کرتی ہے، زندگی کا حق اسی کارواں کو ہے، جو اپنے سامانِ سفر میں ان سوالات کے شافی جوابات رکھتا ہے۔ صفحاتِ تاریخ گواہ ہیں کہ کتنی جماعتیں اٹھیں اور مٹیں کتنی جمعیتوں کے غوغہائے پرتاثیر نے ذہنوں سے کھیل کھیلی لیکن زمانے نے ان کی خوش فہمیوں کی طوالت کو سمیٹ اور لپیٹ ڈالا، کتنی انجمنوں کے عروج سے زوال تک کی داستاں کو مختصر کردیا، یہ تاریخ ہیں، یہ اسباق ہیں، نئے راہروان جادہ مستقیم کیلئے سنگِ میل بھی ہیں اور نشانِ منزل بھی۔ اس دور جدید کے تقاضے ماضی کی بنسبت کڑے بھی ہیں اور بڑے بھی، ان کی پنہائیوں کا ادراک، انکی الجھنوں کا فہم، دراز کڑیوں کی سمجھ اور پیچ در پیچ لپٹی دسیسہ کاریوں کے شعور کے ساتھ ایک ایسی جماعت کی تیاری وقت کا تقاضا ہے، جس کی جڑیں اپنی روایات میں گہری بھی ہوں اور مضبوط بھی، حال سے چوکنی بھی ہو اور مستقبل کے ادائے فریضہ کی دھنی بھی، اس وقت کے شعلہ زن جوان جذبات کو وقت کی تیز آندھیوں سے بیجا ٹکرانے کی بجائے بچائے، اور دھیرے دھیرے اپنے آہنی مقاصد کی تکمیل کیلئے بروقت استعمال کرے، جو جامعات کے مثبت دینی ذہنوں کی آبیاری بھی کرے اور مدارس کے دینی جذبوں کی جدید تقاضوں کے مطابق تعمیر بھی کرے، دونوں ذہنوں اور جذبوں کی ہم آہنگی کی راہیں ہموار کر کے مسٹر وملا کی تفریقی دراڑ کو پاٹ دے۔

تلاش تھی، متلاشی رہا، سوچیں گم رہیں، آنکھیں ہر سو منتظر۔ آخر MSO (مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن) کی صورت میں دھندلی سی تصویر ابھری، بڑھی اور پھر چھاتی ہوئی نظر آئی، ایمان، اتحاد اور پھر تنظیم کی سنہری کڑیوں سے مربوط جمیعت کی تشکیل ہے۔ کراچی تا کشمیر اس کی منظم کاوشیں نظر آرہی ہیں۔ اس کے سجیلے نوجواں جذبوں سے سرشار ہیں، اپنے سے آگاہ، اپنی تاریخ سے واقف، اور اپنے کاز وکار آشنا ہیں۔ ایک طالب علم اور MSO کے ایک سنورے رکن سے میں نے آناً فاناً چند سوالات کردیئے، اور اس نے بقول حریری! رَيْثَما اِسْتَجَمّ قَرِيحَتَه

وَ اسۡتَدَرَّ لِقُحَتَہٗ "فوراً جوابات دیئے۔

☆یہ کس سن میں قائم ہوئی تاریخ تاسیس، کیا ہے؟

☆بانی اور اب تک کے ناظم اعلی کون کون رہے؟

☆ہیڈکوارٹر کہاں ہے؟

☆اب تک کے کوئی اہم کارنامے؟

☆اہم سرگرمیاں؟

☆اب تک اس کا دائرہ کار کہاں کہاں تک پہنچ چکا ہے؟

وہ گویا ہوا:

☆تاریخ تاسیس: 11 جنوری 2002ء

☆بانی: قمر الزمان چوہدری

☆ناظم اعلیٰ: جناب ملک مظہر جاوید ایڈوکیٹ، جناب صفدر صدیقی، جناب احمد معاویہ، جناب محسن خان عباسی، رانا محمد ذیشان، حالیہ ناظم اعلی جناب سردار مظہر ہیں۔

کارنامے:

☆ہر سیاسی جماعت تک اپنا نظریہ پہنچایا، اس کی مثال 1 اکتوبر 2021 طلبہ اجتماع ہے۔

☆پاکستان میں سیلاب زدگان کی منظم اور بڑے پیمانے پہ امداد۔ جب بھی ملکی سالمیت کی بات آئی، عافیہ صدیقی کی بات آئی، طلبہ کے حقوق کی بات آئی تو ہر میدان میں ہراول دستے کا کردار ادا کیا ہے الحمد اللہ۔

سرگرمیاں:

☆ہر کالج یونیورسٹی کے اندر درس قرآن اور تربیتی پروگرامز کا انعقاد، ملحد اور دہریہ نظریات کے خلاف اپنے نوجوانوں کو صحابہ کرام رض کی زندگی سے روشناس کرنا، ملک پاکستان میں جاری فرقہ پرستی، لسانی زبانی علاقائی تعصّبات سے بالاتر ہو کر ایک پلیٹ فارم پر غلبہ اسلام و استحکام پاکستان کے لیے محنت کرنا۔

☆ہیڈکوارٹر نہیں ہے

☆الحمد اللہ پورے ملک میں کراچی سے کشمیر تک کام کر رہی ہے۔

طالب علم ابو ہریرہ کی اس برجستگی پہ راقم خوش بھی ہوا اور خوشگن حیرت میں ڈوب گیا کہ اپنی جماعت اور اپنے کاز سے آگاہ بھی ہے اور اس پہ فرحان و نازاں ہونے کے ساتھ ساتھ مطمئن بھی۔ اس جماعت کے تمام ناظمین سے ملاقات ہے اور رہی ہے، ان سب میں خطابت، متانت، شجاعت، خدمت کی مشترکہ خصوصیات دیکھیں، اور اہم چیز انکساری اور ملنساری دیکھی، اسی طرح دیگر احباب میں بھی یہ خوبیاں یکساں طور پہ محسوس کیں، مولانا شہزاد عباسی، مولانا راجہ وسیم صاحب، مولانا تنویر اعوان و دیگر۔ پروگرام والے دن پاکستان ٹیلی ویژن کے دو پروگرامز کی ریکارڈنگ کے علاوہ بھی مصروفیات تھیں اس کے باوجود اس خوبصورت محفل میں جو چیز اس مجھے کھینچ لائی وہ عزیزم طالب علم حسنین معاویہ ستی کا انتہائی عاجزانہ اور طفلانہ اصرار تھا، جو بات بڑے نہیں منوا سکتے وہ بچے منوا لیتے ہیں۔

وقت کی نزاکت کے پیش نظر میں نے اختصار سے کام لیتے ہوئے صرف تین باتیں عرض کیں:

1۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار مقاصدِ بعثت، تلاوت قرآن، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت اور تزکیہ میں سے پہلے تین کا تعلق علم اور تزکیہ کا تعلق عمل سے ہے، اور یہ، علم و عمل، آپ کے مقاصد اور نصب العین میں شامل ہے۔

2۔20 سے 40 سال کی عمر کا دورانیہ انسانی صلاحیتوں کے جوبن کا زمانہ ہے، بچپن ماں کی بانہوں اور بڑھاپا یاروں کے سہاروں پہ گزر جاتا ہے، اور الحمد للہ! عمر کا یہ خوبصورت دورانیہ اس ہال میں موجود تمام نوجوانوں کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرما رکھا ہے۔ یہ آپ کے لئے خوش آئند ہے۔

.3 اپنی تاریخ اور بالخصوص اسلامی انقلابی تحریکوں کی تاریخ کا ضرور مطالعہ کریں، ان کی خوبیوں کا اپنائیں اور ان کی غلطیوں سے سبق سیکھیں، خاص طور پر مصر کی "تحریک اخوان المسلمین (تاسیس: 1928)" کو ضرور پڑھیں، **(بقیہ صفحہ نمبر 23)**

بزم نقیب طلبہ

نقیب کی قدر کیجیے

حمزہ صفدر جھنگ

نقیب طلبہ جوکہ ایم ایس او پاکستان کا ترجمان رسالہ ہے، اس کا مطالعہ کرنے سے اسلام کے آفاقی پیغام کو سمجھنے اور اس کی دعوت کو آنے والی نسل تک پہنچانے کی لگن پیدا ہوئی اور معاشرے میں بڑھتے ہوئے فساد و بگاڑ کی روک تھام اور ملک و ملت کی تعمیر و ترقی میں مثبت کردار ادا کرنے اور اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کا جذبہ بیدار ہوا۔ علمی، فکری اور نظریاتی مضامین کے ساتھ ساتھ تنظیمی عنوانات پر بھی نقیب کی بدولت بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ رب اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نقیب کے منتظمین کو اپنی شایان شان اجر عظیم عطا فرمائے اور قارئین کو اس کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

علمی و فکری میگزین

ولید عباسی

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کا ترجمان نقیب طلبہ میری طرح بہت سے طالب علموں کی فکری، نظریاتی آبیاری کر رہا ہے، جہاں اس میں تحقیقی موضوعات پر مشتمل تحریریں ہوتی ہیں وہیں تعلیم و تعلم کے عنوان سے بھی کالم ہوتے ہیں جس کے ذریعے اپنے ماضی کے نظام تعلیم سے آگاہی ملتی ہے، مختلف صوبوں کی تنظیمی رپورٹ جو نقیب طلبہ کا حصہ ہوتی ہیں اس سے پورے ملک میں ہونے والی جماعت کی ایکٹویٹی ہر کارکن تک پہنچتی ہے اسی طرح وہ طلبہ جو لکھنے کا شوق رکھتے ہوں اس کو بھی اپنی تحریری صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نقیب طلبہ کے منتظمین کی کاوشوں کو قبول فرمائے آمین۔

طلبہ کا ترجمان

محمد فیاض

غازی یونی ورسٹی ڈی جی خان

الحمدللہ! مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے عظیم نصب العین غلبہ اسلام و استحکام پاکستان سے ہم پانچ سال سے وابستہ ہیں۔ ایم ایس او کا رسالہ نقیب طلبہ ذوق و شوق سے ہم پڑھتے ہیں۔ نقیب طلبہ میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ اکرامؓ کی قربانیوں کو شائع کیا جاتا ہے نقب طلبہ کو پڑھنے سے نوجوان کے اندر عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ اکرامؓ و اہل بیتؓ اطہار کی محبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور ملک پاکستان کے حالات سے آگاہ کرتا ہے کہ آج کا نوجوان اپنے قلم کے ذریعے ملک کو کیسے مستحکم کر سکتا ہے اور اپنے حقوق کی جدوجہد کیسے ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نقیب طلبہ کے جملہ منتظمین کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

مادری زبان: سالک صاحب زبان سے بغاوت کے حامی نہ تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں کو ان کی خفی و جلی غلطیوں پر ٹوکتے اور ان کی اصلاح کرتے۔ لیکن وہ اہل زبان کی صرف زبان کے غرور پر برتری کے بھی قائل نہ تھے۔ پاکستان بنا تو دہلی و لکھنو کے بعض اہل قلم لاہور آ گئے۔ ان میں نواب خواجہ محمد شفیع دہلوی بھی تھے۔ باتوں باتوں میں خواجہ صاحب نے سالک صاحب سے کہا: ”چلیے! ہم لوگوں کے آنے سے ایک فائدہ تو ہوگا کہ پنجاب والوں کی زبان صاف ہو جائے گی۔“ سالک صاحب نے جھٹ سے فرمایا: ”جی ہاں، ان شاء اللہ مادری زبان ہو جائے گی۔“ خواجہ صاحب تاڑ گئے لیکن مسکرا کے رہ گئے۔

(یوسف ناظم کی کتاب ”اردو کے منتخب خاکے“ صفحہ:60 سے حکیم شاکر فاروقی کا انتخاب)

اسلام کا نظریہ تعلیم

وسیم الحسن انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

دورِ جدید کے ماہرینِ تعلیم

آج کل اس نظریے کا پرچار کررہے ہیں کہ تعلیم کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں، اگرچہ بعض مذہب اور تعلیم کے اتحاد کی بات بھی کرتے ہیں، وہ بھی صرف اس حد تک کہ عوام الناس کے رجحانات و جذبات کی مخالفت ممکن نہیں۔ یہ نظریہ ان ماہرین تعلیم نے مغرب سے مستعار لیا ہے۔ اس میں ان کا بھی قصور نہیں کیونکہ پچھلی ایک صدی سے مغرب کا سیلاب ہر ایک کو بہا کر لے گیا ہے، تمام شعبہ ہائے زندگی پر گہرے اثرات ڈالے ہیں وہ صرف ایجوکیشن ہی نہیں بلکہ سیاست، معیشت سمیت ہر چیز پر اثر انداز ہوئے ہیں۔ اگرچہ یہ بات بھی غلط ہے کہ مغربی تصور بالکل غلط ہے۔ لیکن مغربی تصور کو بغیر تحقیق کے قبول کرنا ہماری عادت بن چکی ہے۔ باقی معاملات پر تو کسی حد تک نظر انداز کیا جاسکتا ہے لیکن تعلیم کا مسئلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ہمیں سنبھلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر ہمارے ملک کا نظام تعلیم مذہب سے الگ کر کے مرتب کیا جائے گا تو کیا ہمارے پاس اس کا کوئی جواز بھی ہے یا صرف ہم مغرب کی اندھی تقلید کے پیچھے لگے ہوئے ہیں؟

ہم اگر دنیا کی مختلف قوموں کے نظریہ اور نظام تعلیم کو دیکھیں تو ایک چیز مشترک نظر آئے گی کہ اس قوم کے ماہرین تعلیم جو انسان اور کائنات کے متعلق تصور قائم کرتے ہیں۔ اپنا نظریہ تعلیم بھی اسی سے اخذ کرتے ہیں، وہ انسانی زندگی کا جو مقصد قرار دیتے ہیں، نظام تعلیم کے مقاصد کو بھی اسی سے جوڑتے ہیں۔ اسلام کا نظریہ تصور انسان اور کائنات واضح ہے جو وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی صورت میں انسان تک پہنچا دیا ہے۔ ایسا واضح نصب العین جو فطرت کے عین مطابق ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان اور کائنات کے متعلق واضح تصور یہ دیا ہے۔ (دین اسلام انسان کی وہی فطرت ہے جس پر انسان کو پیدا کیا ہے) جب انسان کی فطرت کے عین مطابق قرآن وسنت کے اصول ہیں تو ماہرین تعلیم مغرب کی نقالی اور اندھی تقلید کی بجائے اپنا نظامِ تعلیم کو نظریہ اسلام سے کیوں جدا کرتے ہیں؟

باقی رہی مفکرین کی یہ بات کہ جب سے اہل مغرب نے مذہب کو تعلیم سے جدا کر کے ایک کمرے میں بند کیا ہے، تب سے انہیں یہ عروج ملا کہ باقی اقوام پر غالب آگئے۔ وہی کلیہ وہ اسلام پر فٹ کرنے کو صحیح سمجھتے ہیں، تو ان کی یہ فکر محض تعصب ہے۔ کیونکہ اگر عیسائیت کا مطالعہ کیا جائے تو آپ کو بخوبی علم ہوجائے گا کہ نہ تو عیسائیت ایک عالمگیر مذہب ہے اور نہ ہی وہ تمام شعبہ ہائے زندگی کا احاطہ کرتا ہے۔ اس لیے وہ دنیاوی ترقی میں رکاوٹ ثابت ہوا۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اگر اسلام کو تمام شعبوں کا ماخذ تصور کر کے نظریات اخذ کیے جائیں، تو ہر شعبے میں آپ کو اصول ضوابط ملیں گے۔ پھر جو یہ اعتراض ہے کہ "ہم دیگر اقوام سے تعلیم و ترقی میں کیوں پیچھے ہیں؟" تو ان کو یہ بات مدنظر رکھنی چاہیے کہ اس وقت جو ہمارا نظام تعلیم رائج ہے۔ یہ بھی مغربی فلسفہ پر کھڑا ہے۔ اسلام کے اندر تو دین و دنیا کا الگ تصور نہیں مذہب کو الگ رکھنا اور دنیا کی بنیاد مادیت پرستی پر رکھنا یہ مغرب کا نقطہ نظر ہے۔ قصوروار تو مذہب تب ہو جب آپ کا نظام تعلیم قرآن وسنت کے اصول پر قائم ہو۔ آپ پیچھے ہیں دیگر اقوام کے، تو آپ کا اعتراض بجا ہے۔ لیکن اگر آپ کا نظریہ تعلیم اسلامی نظریہ تعلیم سے ہٹ کر مغربی نظریہ پر کھڑا ہے۔ (بقیہ صفحہ نمبر 25)

اور کارواں بنتا گیا

عمر فاروق
(ناظم اطلاعات ایم ایس او پاکستان)

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن شمالی پنجاب

اسلام آباد:

اسلام آباد 22 جمادی الثانی یوم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مناسبت سے مختلف یونٹس میں "خلیفہ بلا فصل طلبہ سیمینار" کا انعقاد کیا گیا، جن میں صوبائی اور ضلعی ذمہ داران نے شرکت کی۔

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن اسلام آباد کے زیر اہتمام یوم تاسیس سیمینار 11 جنوری بروز جمعرات کو انعقاد پذیر ہوا جس میں ناظم اعلیٰ ایم ایس او پاکستان سردار مظہر، سابق وزیر اعظم پاکستان شاہد خاقان عباسی، مہتمم جامعہ محمدیہ صادق آباد راولپنڈی مفتی مجیب الرحمٰن، نائب مہتمم جامعہ محمدیہ اسلام مولانا تنویر علوی، مہتمم مرکز اسلامی مولانا ظہور الہی، سابق وزیر اعلیٰ گلگت حافظ حفظ الرحمن، عبداللہ حمید گل اور دیگر سیاسی، سماجی اور سیاسی شخصیات نے خطاب کیا۔

لاہور:

لاہور ایم ایس او لاہور کے زیر اہتمام یوم تاسیس سیمینار بعنوان: "تعلیم، تربیت اور تہذیب" سے نظریہ پاکستان ہال مال روڈ میں انعقاد پذیر ہوا۔ جس میں ناظم اعلیٰ ایم ایس او پاکستان برادر سردار مظہر، وزیر سیاحت محترم جناب شبیر احمد عثمانی، سابق کرکٹر مشتاق احمد، سابق کیپر ذوالقرنین، مفتی ابو محمد اور صوبائی و ضلعی ذمہ داران نے گفتگو کی۔

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن ساؤتھ پنجاب

نارووال:

25 دسمبر بروز جمعرات جھنگ میں صوبائی کنونشن کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں مہمان خصوصی برادر ارسلان کیانی مرکزی ناظم عمومی اور برادر عبدالروف چوہدری مرکزی ناظم تربیتی امور کے علاوہ سابقین تھے۔ اس میں کارکنان کی تعداد تقریباً 200 تھی۔

جھنگ:

29 دسمبر کو جھنگ میں خلیفہ بلافصل کے عنوان پر تقریری مقابلہ کا انعقاد کیا گیا، جس میں مہمان خصوصی سابق ناظم اعلی برادر احمد معاویہ نے شرکت کی اور شرکاء میں انعامات تقسیم کیے۔

18 جنوری جھنگ میں یوم تاسیس کے پروگرام کا انعقاد کیا گیا جس میں مہمان خصوصی مرکزی ناظم اعلی برادر سردار مظہر اور ناظم صوبہ برادر علی حیدر نے شرکت کی۔

ملتان اور بہاول پور:

''خلیفہ بلافصل'' کے عنوان پر 3 جنوری کو غازی یونیورسٹی ڈی جی خان بہاوالدین زکریا یونیورسٹی ملتان اور بہاولپور میں خلیفہ بلافصل سیمینار کا انعقاد ہوا سیمینار میں مہمان خصوصی برادر عتیق الرحمن ناظم تربیتی امور نے شرکت کی۔

خانیوال:

یکم جنوری خانیوال میں ''خلیفہ بلافصل سیمینار'' کا انعقاد کیا گیا جس میں مہمان خصوصی مرکزی ناظم اعلی برادر سردار

مظہر نے شرکت کی۔ 11 جنوری کو خلیفہ بلا فصل کے عنوان پر تقریری مقابلہ منعقد ہوا جس میں مہمان خصوصی ناظم صوبہ برادر علی حیدر نے شرکت کی۔

23 فروری کو جھنگ ،ٹوبہ ٹیک سنگھ ، میاں چنوں ، خانیوال اور بہاوالدین زکریا یونیورسٹی ملتان نے سیو فلسطین کے عنوان پر ریلیوں کا انعقاد کیا گیا۔

وھاڑی، ٹوبہ، راجن پور:

گیارہ جنوری یوم تاسیس کے عنوان پر وہاڑی ٹوبہ ٹیک سنگھ، راجن پور میں پرچم کشائی کا انعقاد کیا گیا۔

چیچہ وطنی:

26 جنوری ڈگری کالج چیچہ وطنی کے تحت ’’کاتب وحی‘‘ کے عنوان پر نشست کا انعقاد کیا گیا جس میں خصوصی شرکت برادر وسیم الحسن نے کی اور کثیر تعداد میں سٹوڈنٹس نے شرکت کی۔

میانچنوں:

06 فروری کو میاں چنوں کے تحت کاتب وحی سیمینار کا انعقاد کیا گیا جس میں مہمان خصوصی برادر علی حیدر نے شرکت کی۔

بورے والا:

12 فروری کو بورے والا میں ’’کاتب وحی سیمینار‘‘ کا انعقاد کیا گیا جس میں مہمان خصوصی برادر ارسلان کیانی نے خصوصی شرکت کی۔

مسلم سٹوڈنٹس آزاد کشمیر

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد کشمیر، ایم ایس او پاکستان کے 23 ویں یوم تاسیس کی مناسبت سے کشمیر کا ریاستی سطح کا سیمینار 15 جنوری کو القرآن ہال بھمبر میں انعقاد پذیر ہوا۔ سیمینار سے مرکزی ناظم مالیات برادر راجہ وسیم صدیقی، ناظم عمومی آزاد کشمیر برادر راجہ اسامہ، معاون ناظم برادر سیف الرحمٰن اور دیگر شخصیات نے علمی، فکری اور گفتگو کی اور اس سال اپنی ڈگری مکمل کرنے والے دینی وعصری طلبہ کو شیلڈز سے نوازا گیا۔

حیا واک

14 فروری ویلنٹائن ڈے جیسی بے ہودہ رسم کے خاتمے کے لیے نوجوانوں کو شرم وحیاء کے زیور سے آراستہ کرنے کے لیے ’’حیا واک‘‘ کا انعقاد منگ کالج ضلع سدھنوت، جامعہ کشمیر کنگ عبداللہ کیمپس اور جامعہ کشمیر سٹی کیمپس میں کیا گیا اور طلبہ نے بھرپور شرکت کی۔

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن سندھ

نوشھرو فیروز:

مسلم اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان کے 23 ویں یومِ تاسیس کی مناسبت سے ایم ایس او ضلع نوشہرو فیروز کے زیر اہتمام احمد باربی کیو ریسٹورنٹ نوشہرو فیروز میں تاریخ ساز طلبہ سیمینار بعنوان ’’تعلیم تربیت تہذیب‘‘ منعقد ہوا۔ مہمانِ خصوصی برادر سردار مظہر ناظمِ اعلیٰ ایم ایس او پاکستان، برادر عمر فاروق مرکزی ناظم اطلاعات ایم ایس او پاکستان عمر فاروق عباسی ناظم ایم ایس او سندھ عبدالرحمان محمدی ناظم اطلاعات سندھ رہنماء پیپلز پارٹی چیئرمین ٹاؤن کمیٹی ڈاکٹر کاشف میمن، صوبائی رہنما جی ڈی اے زاہد علی رند، چیئرمین جیل کمیٹی ایڈووکیٹ عبدالقادر خانزادہ، انٹرنیشنل تحفظ ختم نبوت فورم ایڈووکیٹ رانا ناصر علی، ڈپٹی ڈائریکٹر اسپیشل ایجوکیشن ڈاکٹر اسلم پرویز صاحب، ڈویژنل جنرل سیکرٹری پاکستان مسلم لیگ ن غلام سرور آرائیں، پرنسپل اسٹار اسکولنگ سسٹم مولانا انصاف چانڈیو، سی ای او کیپیٹل انویسٹرز برادر تنویر علی مولانا نعمت اللہ ناظم ضلع رانا اکرام صابر محمد علی خانزادہ عدیل راجپوت

حافظ زکریا سمیت مختلف سیاسی، سماجی، مذہبی، یوتھ اور اسٹوڈنٹس کے رہنماؤں کے علاوہ مختلف معزز شخصیات، پروفیسرز، وکلاء، تاجرو صحافی حضرات اور اسکول کالج یونیورسٹی کے طلبہ نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

ان کا کہنا تھا کہ 11 جنوری ایم ایس او کو 22 سال مکمل ہونے جا رہے ہیں، ایم ایس او نے اپنے قیام کے اول روز سے ہی نسل نو کی تنظیم، اور تعلیم و تربیت کے لیے کام کیا اور کوئی بھی موقع ضائع کیے بغیر نوجوانوں کی بروقت رہنمائی کو اپنا فریضہ گردانہ ایم ایس او ملک بھر کے دینی و عصری تعلیمی درسگاہوں کے طلبہ کو پیغام دیتی ہے کہ وہ تمام تعصّبات سے بالاتر ہو کر ایم ایس او کے پرچم تلے آئیں اور غلبہ اسلام و استحکامِ پاکستان کو اپنے لیے حرز جاں بنالیں۔ کثیر تعداد میں طلبہ نے پروگرام میں شرکت کی۔

اختتام پر ناظم MSO نوشہرو فیروز نے شرکت کرنے والے تمام مہمانوں اور طلبہ کا شکریہ ادا کیا۔

کراچی:

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن صوبہ سندھ کے زیر اہتمام دو روزہ آل سندھ تعلیمی تنظیمی تربیتی کنونشن کا 2322 فروری 2024 کو حیدرآباد میں انعقاد کیا گیا۔ کنونشن کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا تلاوت کے بعد نعتیہ کلام پیش کیا گیا اور اسکے ساتھ ہی مہمانوں کے بیانات شروع ہوئے۔

ناظم کراچی برادر عنایت اللہ نے ''کاز، کارکن اور منزل'' عنوان پہ پر مغز گفتگو کی، پھر سابق ذمہ دار ایم ایس او سندھ برادر فیاض نے ''کنونشن کا مقصد اہمیت اور ضرورت'' کے عنوان پہ شرکاء سے گفتگو کی اور اس بات کو اجاگر کیا کہ کنونشن کیوں رکھے جاتے ہیں۔

پھر معروف مذہبی سکالر محترم جناب ظاہر شاہ نے ''ہمارا تنظیمی طریقہ کار'' پہ دلچسپ گفتگو کی، اس نشست کا آخری بیان سابق ناظم اعلی برادر صفدر صدیقی کی گفتگو سے ہوا۔ جنہوں نے ''نظریاتی جدوجہد کو درپیش چیلنجز'' کے عنوان سے بیان فرمایا اور اپنے علم و تجربہ کو سامنے رکھتے ہوئے بریفنگ دی۔ اس کے ساتھ ہی دعا کے ساتھ نشست کا اختتام ہوا۔

بعد فجر درس قرآن ہوا اور ناشتے سے فری ہو کر باقاعدہ نشست کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کے فوری بعد شعبہ جاتی حلقے لگائے گئے، جس میں تمام ناظمین اپنے متعلقہ حلقے میں بیٹھے اور صوبائی ناظمین کے ساتھ مذاکرہ ہوا۔

حلقوں کے متصل بعد ناظم سندھ برادر عمر فاروق عباسی کا بیان ''بہترین لیڈر کی خصوصیات'' عنوان پر شروع ہوا۔ ناظم سندھ نے اس عنوان پہ شاندار گفتگو کی، آپکی گفتگو کے بعد سابق ناظم سندھ برادر ارشد رشیدی صاحب نے ''تنظیم کے عروج و زوال کے اسباب'' پہ بہترین گفتگو کی۔

احتسابی عمل:

اسکے متصل ہی سندھ عاملہ کا احتساب ہوا، سندھ بھر سے آئے ہوئے اضلاع کے ذمہ داران نے سوالات و اعتراضات کیے۔ مرکزی ناظم تربیتی امور برادر عبدالرؤف نے سوالات سنے اور سندھ عاملہ سے جواب لیے اور ذمہ داران کو مطمئن کیا۔

احتساب کے بعد مرکزی ناظم تربیتی امور برادر عبدالرؤف چوہدری کا بیان ''تعارف، نظم وضبط، پالیسی'' عنوان پہ تفصیلی بیان ہوا پھر دعا کے ساتھ کنونشن کا اختتام ہوا۔